Scanned with CamScanner

ماہنامہ

الخیر

ملتان پاکستان

رجسٹرڈ ایم نمبر 93

بیاد

استاذ العلماء حضرت مولانا **خیر محمد** صاحب جالندھری

و

مخدوم العلماء حضرت مولانا **محمد شریف** صاحب جالندھری

شمارہ: ۸ شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ ★ اپریل ۲۰۲۱ء جلد ۳۹

قیمت شیخ الحدیثؒ خصوصی نمبر 300 روپے صرف

پاکستان میں سالانہ چندہ =/500 روپے قیمت فی شمارہ =/50 روپے

سالانہ بدل اشتراک بیرون ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک

سعودی عرب، عرب امارات، مسقط، کویت، بحرین، عراق، ایران، مصر، بنگلہ دیش، ہندوستان، نیوزی لینڈ، نائجیریا، برما، آسٹریلیا 60 امریکی ڈالر

امریکہ، برطانیہ، ناروے، بلجیئم، ہانگ کانگ، تھائی لینڈ، جنوبی افریقہ 70 امریکی ڈالر

0300-7366544 نمبر پر موبی کیش کی صورت میں =/530 روپے جمع کروا کے اطلاع فرمادیں۔

پتہ دفتر ماہنامہ الخیر جامعہ خیر المدارس اورنگ زیب روڈ ملتان

فیکس: 4545524 فون: 061-4545783,4544440

Website:www.khairulmadaris.edu.pk E-mail: info@khairulmadaris.edu.pk

ماہنامہ الخیر کا کرنٹ آن لائن اکاؤنٹ نمبر 04690120023653 الائیڈ بینک لمیٹڈ، چونگی نمبر 14 ملتان

ناشر: محمد حنیف جالندھری، **مطبع**: منزل آرٹ پریس، پرانی غلہ منڈی ملتان، جامعہ خیر المدارس ملتان پاکستان

اس شمارے میں

کلمة الخير

فیاض احمد عثمانی ناظم ماہنامہ الخیر جامعہ خیر المدارس ملتان 0300 / 0313 7366544

Email:mahnamaalkhair@gmail.com

کلمۃ الخیر — محمد ازہر

صدقات وزکوٰۃ پر چلنے والا پہلا مدرسہ

حمد وستائش اس ذات کے لیے جس نے کارخانۂ عالم کو وجود بخشا
اور
درود وسلام اس کے آخری پیغمبر ﷺ پر جنہوں نے حق کا بول بالا کیا

الحمدللہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

ہمارے اسلاف اور علمائے ربانیین کی قربانیوں کی بدولت بفضلہٖ تعالیٰ آج دین اپنی اصلی حالت میں موجود ہے یہ ان کی محنتوں کا صلہ ہے کہ اسلامی زندگی، اسلامی معاشرت اور اسلام کی صورت وحقیقت اپنی آب وتاب کے ساتھ محفوظ ہے، ہمارے اسلاف نے قرآن، حدیث، فقہ، تفسیر، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض دین سے وابستہ ہر شئے کو خون جگر دے کر اس کی حفاظت کی۔ شعائرِ اسلام کی حفاظت اور بقائے دین کی محنت کی مختلف صورتیں ہیں، لیکن دورِ نبوت سے لے کر آج تک اسلامی تہذیب کے احیاء وبقاء، اسلامی ثقافت وتمدن کے تحفظ اور سب سے بڑھ کر قرآن وسنت کی حفاظت و اشاعت کیلئے جو بنیادی کردار "مدرسہ" نے ادا کیا ہے اس کی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی۔ عصرِ حاضر کے مکار، عیار اور منافقت پر مبنی نظام حیات کی تمام تر علانیہ اور زیرزمین سازشوں کا پوری ہمت، جرأت اور استقامت کے ساتھ اگر کوئی طبقہ مقابلہ کررہا ہے تو وہ اہلِ مدارس کا یہ بوریا نشین طبقہ ہے جن کا علمی وروحانی سلسلہ ہزاروں لاکھوں مقبولان بارگاہ خداوندی سے ہوتا ہوا "مدرسہ صفہ" سے جڑا ہوا ہے۔

اسلامی تاریخ کی شد بد رکھنے والا ہر مسلمان جانتا ہے کہ "صفہ" مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے قریب اس چبوترہ اور سائبان کا نام ہے جہاں علومِ نبوت کے طلباء تجارت وزراعت کو چھوڑ کر لیل ونہار بسر کرتے تھے تاکہ حضور ﷺ کی خدمت میں رہ کر قرآن کریم یاد کریں اور حدیث و سنت کا علم سیکھیں، ان قدسی نفوس اشخاص نے خود کو دین کے حصول کیلئے وقف کیا ہوا تھا۔ اپنی بلند ہمتی

اور خودداری کی وجہ سے کسی کے آگے دستِ سوال دراز نہیں کرتے تھے، جیسے گزرتی خاموشی اور صبر سے گزار دیتے، عزت نفس اور خودداری کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے اپنی وضع قطع بھی مسکینوں اور درویشوں والی نہیں بنائی تھی، یہ صحابہ رضی اللہ عنہم ''خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر'' کی عملی تصویر تھے، اپنی بھوک پیاس کو ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے، ان کی ظاہری حالت دیکھنے والا ان کو خوش حال اور شکم سیر گمان کرتا ہے۔ دین متین کے ان مخلص طلباء کا توکل و اخلاص اور خودداری و استغناء حق تعالیٰ کو اس قدر پسند آیا کہ اہل ایمان کو ابد الآباد تک یہ حکم دے دیا کہ قرآن وحدیث کے یہ حفاظ و طلباء تمہارے صدقات وعطیات کے زیادہ مستحق ہیں۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا (البقرہ)

''صدقات کا اصل حق ان حاجت مندوں کا ہے جو مقید ہو گئے ہوں اللہ کی راہ میں، وہ لوگ کہیں ملک میں چلنے پھرنے کا امکان نہیں رکھتے، انجان آدمی ان کے نہ مانگنے کی وجہ سے انہیں مالدار سمجھتا ہے تم ان کو ان کے طرز سے پہچان سکتے ہو وہ لوگوں سے لپٹ کر مانگتے نہیں پھرتے'' (ترجمہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ)

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے اپنی عدیم النظیر تفسیر ''بیان القرآن'' میں آیت بالا کی تشریح میں رقم فرمایا ہے:

''اور جاننا چاہیے کہ ہمارے ملک میں اس آیت کا مصداق سب سے زیادہ وہ حضرات ہیں جو علوم دینیہ کی اشاعت میں مشغول ہیں، پس اس بناء پر سب سے اچھا مصرف طالب علم ٹھہرے اور ان پر جو بعض ناتجربہ کاروں کا یہ طعن ہے کہ ان سے کمایا نہیں جاتا اس کا جواب قرآن میں دے دیا گیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص ایسے دو کام نہیں کر سکتا جن میں سے ایک میں یا دونوں میں پوری مشغولی کی ضرورت ہو اور جس کو علم دین کا کچھ مذاق (ذوق) ہوگا وہ مشاہدہ سے سمجھ سکتا ہے کہ اس میں غایت مشغولی وانہماک کی حاجت ہے اس کے ساتھ اکتساب مال کا شغل جمع نہیں ہو سکتا اور اس کے کرنے سے علم دین کی خدمت ناتمام رہ جاتی ہے، چنانچہ ہزاروں نظائر پیشِ نظر ہیں''۔ (بیان القرآن ص ۱۸۹، ج ا مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ آیت مذکورہ بالا کے تحت فرماتے ہیں کہ

’’مسلمانوں کو چاہیے کہ صدقات وخیرات میں ان حاجت مند طالب علموں کا خاص طور پر خیال رکھیں جو علم دین کے حاصل کرنے میں مشغول ہیں اگر دنیا میں یہ گروہ نہ رہے تو دنیا سے علم دین اور دین سب رخصت ہو جائے اور لوگ بے دین اور گمراہ ہو جائیں اس لیے کہ کسی چیز کا باقی رہنا اس شے کے علم کے باقی رہنے پر موقوف ہے۔ طبِ جسمانی کی اگر تعلیم نہ ہو اور نہ اس کی کوئی درسگاہ ہو تو نتیجہ یہ ہوگا کہ دنیا بیماروں سے پر ہو جائے گی اور کوئی طبیب اور معالج نہ ملے گا، اسی طرح اگر طب روحانی یعنی علم دین کی کوئی درسگاہ نہ ہو تو دنیا روحانی مریضوں یعنی کفر والحاد اور معصیت کے روحانی بیماروں سے بھری ہوگی اور کوئی طبیب اور معالج نہ ہوگا، یعنی ایمان اور کفر اور اطاعت اور معصیت کا فرق بتلانے والا کوئی نہ ملے گا، باقی جو شخص کفر اور معصیت کو بیماری ہی نہ سمجھتا ہو اس سے ہمارا خطاب نہیں‘‘۔ (معارف ادریسی ج اول)

حضرت رحمہ اللہ کے ان حقیقت افروز الفاظ سے واضح ہے کہ اس پُر فتن دور میں مدارس اسلامیہ کی بقا، دین اسلام کی بقا ہے اور تمام اہل اسلام کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان مدارس کو آباد وشاد رکھیں اس لیے کہ اگر خدانخواستہ دینی مدارس ختم ہو گئے تو دین بھی باقی نہ رہ سکے گا، اس حقیقت کو دوست سے زیادہ دشمن سمجھتے ہیں اس لیے کفر والحاد کی علمبردار اسلام دشمن عالمی طاقتیں مدارس کے قدیمی تعلیمی نظام کو تہ وبالا کرنے پر تلی ہوئی ہیں، دشمنانِ اسلام اس راز سے واقف ہیں کہ جب تک چٹائی پر بیٹھ کر قرآن وسنت کی تعلیم دینے والا مولوی اس معاشرے میں موجود ہے مسلمانوں کے دلوں سے ایمان ویقین کو کھرچا نہیں جا سکتا، اس لیے ہر کلمہ گو مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اور اپنی نسلوں کے ایمان کی حفاظت کیلئے دینی مدارس پر کسی طرح کی آنچ نہ آنے دے۔

آیت مذکورہ بالا کے ترجمہ وتفسیر اور شان نزول بیان کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ آج کل مدارس کے بارے میں ایسی آراء وتجاویز سامنے آ رہی ہیں جو اپنی ظاہری چمک دمک اور کشش کے باعث بہت سے دلوں کو مسخر اور بہت سی آنکھوں کو خیرہ کر سکتی ہیں۔

انہی تجاویز میں ایک تجویز اپنی مسحور کن خطابت سے لاکھوں انسانوں میں خوشگوار دینی انقلاب پیدا کرنے والی شخصیت حضرت مولانا طارق جمیل حفظہ اللہ کی طرف سے سامنے آئی ہے، مولانا نے ایک ٹی وی چینل پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ:

(۱) دینی مدارس کو زکاتیں نہیں لینی چاہئیں کیونکہ زکات دینے والے، مولویوں کو حقیر سمجھتے ہیں۔

(۲) صدقے لے کر مدرسے چلانے کا غلط رواج صرف برصغیر میں ہے۔

(۳) رسول اللہ ﷺ، ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ اور عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کے دیگر ارکان تاجر تھے اور وہ بھی بعض ارب پتی......

(۴) مدارس کو خود کفیل ہونا چاہیے میرے کاروبار کا مقصد بھی اپنے مدرسے کو خود کفیل بنانا ہے۔

(۵) اپنا کاروبار کرو، پیسے کماؤ، مسجد و مدرسہ کی خدمت مفت کرو۔

مولانا نے جو کچھ ارشاد فرمایا اس کے بارے میں کسی شخص کیلئے ان کی نیت کو زیر بحث لانا روا نہیں ہم سمجھتے ہیں کہ انہوں نے مکمل اخلاص اور پوری خیر خواہی سے یہ تجاویز پیش کی ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ بعض اوقات مخلصین سے بھی غلطیاں ہو جاتی ہیں، بالخصوص جب کوئی ایسی پگڈنڈی اختیار کی جا رہی ہو جو جمہور علماء کے مسلک و شرب سے ہٹ کر ہو۔

حضرت مولانا کے فرمودات و تفردات پر بہت کچھ عرض کیا جا سکتا ہے لیکن صفحات کی تنگ دامنی کے باعث چیدہ چیدہ نکات پر ہی اکتفاء کیا جائے گا۔

حضرت کا ارشاد ہے:

”دینی مدارس کو زکاتیں نہیں لینی چاہئیں کیونکہ زکات دینے والے، مولوی کو حقیر سمجھتے ہیں“۔

گزارش یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ ذہنیت رکھنے والے بعض لوگ اپنی کم عقلی اور نادانی کی وجہ سے دین کے ان خدام کو کم تر نظروں سے دیکھتے ہیں، چند سفیہ افراد کی کم نگاہی کی وجہ سے ہم خود بھی اپنے آپ کو حقیر سمجھنے یا گھبرانے لگ جائیں تو یہ خود ناشناسی کی افسوسناک مثال ہوگی۔ صدقہ اور زکوٰۃ لینا عزت کے منافی ہوتا اور اس سے دینداروں کی تحقیر ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کو ”خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً“ (ان کے مالوں سے زکوٰۃ وصول کیجئے) کا حکم بھی نہ فرماتے، اصحاب صفہ کو صدقات دینے کا حکم خود قرآن کریم میں دیا گیا ہے۔ اگر اس میں ذلت کا کوئی پہلو ہوتا تو یہ فرمایا جاتا کہ تجارت و زراعت کرو اور خود کفیل ہونے کے بعد فاضل وقت بچے تو کچھ پڑھ پڑھا بھی لیا کرو جیسے آج کل مشورے دیئے جا رہے ہیں۔

مدارس کے زکات نہ لینے کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ زکات مدارس کی بجائے دوسرے رفاہی و فلاحی اداروں کی دی جائے، تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ زکوٰۃ کی رقوم ایسے افراد کے تسلط میں چلی جائیں گی جو زکوٰۃ کے مسائل و احکام تو کجا اُس کے شرعی مصارف سے بھی بے خبر ہوں گے اور یوں یہ صدقات و زکوٰۃ مستحقین پر صرف ہونے کی بجائے ثقافت کے نام پر ناچ گانے، کھیل کود، غیر مسلموں

کی عبادت گاہیں بنانے، حکمرانوں کے غیر ملکی دوروں اور عیاشیوں پر صرف ہوں گے اور ظاہر ہے کہ یہ صورتحال حضرت مولانا طارق جمیل مدظلہ کیلئے بھی قابل قبول نہ ہوگی۔

(۲) حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ صدقے لے کر مدرسے چلانے کا غلط رواج صرف برصغیر میں ہے، گزارش ہے کہ جو بات آج تک ہمارے لیے سرمایۂ افتخار اور مابہ الامتیاز رہی ہے وہ یہی تھی کہ برصغیر جیسا دینی تدریسی نظام تعلیم دنیا میں کہیں نہیں پایا جاتا، یہی وہ نظام تعلیم ہے جس سے علمائے ربانیین وراسخین فی العلم پیدا ہوتے رہے ہیں، برصغیر کے ان مدارس کا اصل موضوع علوم کتاب و سنت کی افہام وتفہیم، تعلیم وتعلم، توضیح وتشریح اور تبلیغ ودعوت اور ایسے رجال کار پیدا کرنا ہے جو اس تسلسل کو قائم رکھ سکیں۔ اگر دیگر ممالک میں صدقے لے کر مدرسے چلانے کا بقول آپ کے ''غلط رواج'' نہیں ہے تو یہ بھی حقیقت ہے کہ حرمین شریفین کے استثنا کے ساتھ ان ممالک کے مسلمانوں اور برصغیر کے مسلمانوں کی ایمانی کیفیات میں جو بدیہی فرق ہے یہ انہی مدارس کا فیض ہے کہ یہاں اللہ ورسول ﷺ کا چرچا ہے، حق وباطل کا امتیاز قائم ہے، دینی اقدار وشعائر کا احترام وتصور عوام میں موجود ہے اور اپنی صدہا عملی کمزوریوں کے باوجود عام مسلمان اسلام کے نام پر مر مٹنے کیلئے تیار رہتے ہیں۔

افسوس کہ جو ہماری خوبی اور امتیاز تھا اُسے ہی حضرت والا نے باعثِ عار قرار دے دیا۔

ولا عیب فیهم غیر ان سیوفهم
بهن فلول من قراع الکتائب

(۳) حضرت مولانا کا ارشاد ہے، رسول اللہ ﷺ، ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ اور عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم تاجر تھے اور وہ بھی بعض ارب پتی............

حضرت مولانا کا یہ ارشاد مغالطہ آفرینی پر مبنی ہے، آنحضرت ﷺ نے جو تجارت فرمائی وہ دور نبوت سے پہلے فرمائی نبوت کے بعد آنحضرت ﷺ نے کسب معاش کے طور پر از قبیل تجارت و زراعت کوئی پیشہ اختیار نہیں فرمایا، آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا مرکز ومحور اللہ کے دین کو انسانیت تک پہنچانا رہا، اور بس یہی وجہ ہے کہ کاشانہ نبوت میں فاقوں کی نوبت آجاتی تھی مگر آنحضرت ﷺ تجارت جیسے حلال ذریعۂ معاش سے دستکش رہے۔

اسی طرح حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم جب تک مسلمانوں کے اجتماعی امور کے مسئول نہیں بنے اور خلافت کی ذمہ داریاں ان کے کندھوں پر نہیں آئیں، تجارت اور مزدوری وغیرہ کرتے

رہے۔لیکن خلافت کی ہمہ وقتی ذمہ داریوں اور مصروفیت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے وظیفہ لیا، ان خلفاء کا مشاہرہ مسلمانوں کے اجتماعی مال سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اتفاق رائے سے مقرر کیا گیا۔اسی طرح دینی مدارس کے منتظمین اور مدرسین وائمہ بھی مسلمانوں کے اجتماعی امور میں مصروف ہونے کی وجہ مسلمانوں کے اجتماعی مال (زکوٰۃ وصدقات) سے مشاہرے کے مستحق ہیں، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے مشاہرہ نہیں لیا اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ اِس دور میں بھی بعض مدرسین بلا معاوضہ تدریسی خدمات انجام دے کر اسوۂ عثمانی پر عمل کرتے ہیں۔گزشتہ رمضان المبارک میں سفر آخرت پر روانہ ہونے والے دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مولانا سعید احمد پالنپوری رحمہ اللہ نے چالیس سال سے زائد اپنے زمانۂ تدریس کے تمام مشاہرات دارالعلوم کو واپس فرمادیئے تھے۔

اس لیے حضرت مولانا کی خدمت میں ادب کے ساتھ درخواست ہے کہ میڈیا پر بیٹھ کر علماء کو کاروبار کا درس دینے کی بجائے ان علمائے ربانیین کی قربانیوں کا تذکرہ کرنا چاہیے جو فاقوں سے مر گئے یا سولیوں پر جھول گئے یا جیلوں میں زندگیاں گزار گئے لیکن دین کو سربلند کر گئے، جو علماء کاروبار دنیا میں لگ جاتے ہیں اور ایک شانِ بے نیازی کے ساتھ کسی مدرسہ میں تشریف لے جا کر اور ایک آدھ سبق پڑھا کر اپنی دکان پر رونق افروز ہوتے ہیں وہ کس طرح کے عالم رہ جاتے ہیں اور ان کے اندر علمی پختگی اور دینی تصلّب کی کتنی مقدار موجود ہوتی ہے اس سے ہمارے ممدوح حضرت مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہ بھی یقیناً باخبر ہوں گے۔

(۴) حضرت نے ارشاد فرمایا مدارس کو خود کفیل ہونا چاہیے میرے کاروبار کا مقصد بھی اپنے مدرسے کو خود کفیل بنانا ہے۔

اس ارشاد عالی کے جواب میں مناسب یہ ہے کہ اپنی طرف سے کچھ عرض کرنے کی بجائے بانی دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ کے مدارس کیلئے طے کردہ اصول ہشتگانہ میں سے ایک اصول نقل کر دیا جائے۔ظاہر ہے کہ حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی دینی بصیرت وللّٰہیت حضرت مولانا طارق جمیل مدظلہ سے تو زیادہ ہی ہوگی۔

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: اس مدرسہ میں جب تک آمدنی کی کوئی سبیل

یقینی نہیں ہوتی جب تک یہ مدرسہ ان شاء اللہ بشرط توجہ الی اللہ اسی طرح چلے گا اور اگر کوئی آمدنی ایسی یقینی حاصل ہوگئی جیسے جاگیر، یا کارخانہ تجارت یا کسی امیر محکم القول کا وعدہ تو پھر یہ خوف ورجاء، جو سرمایہ رجوع الی اللہ ہے ہاتھ سے جاتا رہے گا اور امدادِ غیبی موقوف ہوجائے گی اور کارکنوں میں باہم نزاع پیدا ہوجائے گا، القصہ آمدنی اور تعمیر وغیرہ میں ایک نوع کی بے سروسامانی ملحوظ رہے"۔

سچی بات یہ ہے کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی اس تنبیہ کے بعد تو مدرسہ کیلئے خود کفالت کے الفاظ بھی زبان پر لاتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ حضرت مولانا مدظلہ نے یہ بھی فرمایا کہ اپنا کاروبار کرو، پیسے کماؤ اور مسجد و مدرسہ کی خدمت مفت کرو۔

ہماری ناچیز رائے میں اس مشورہ پر عمل مدارس کی قربانی وعزیمت اور جاں نثاری وفاقہ مستی کی زرّیں تاریخ کے خاتمے کا نقطۂ آغاز ہوگا، پھٹے پرانے کپڑوں کے ساتھ بوسیدہ چٹائیوں پر بیٹھ کر قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھانے والے جب مرفہ الحال اور تن آسان ہوجائیں گے اور اپنی معاشی ضرورتوں کیلئے مدارس کے محتاج نہیں رہیں گے تو رفتہ رفتہ ''مسجد و مدرسہ کی مفت خدمت'' کرنے کا فلسفہ دم توڑ جائے گا، اس لیے کہ اس دین کو ''غربت'' اور ''غریبوں'' کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے۔

پوری اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ دین کی جو خدمت غریبوں اور فاقہ مستوں نے کی ہے وہ سیٹھوں اور سرمایہ داروں نے نہیں کی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ہمارے ممدوح حضرت مولانا طارق جمیل مدظلہ کی بعض آراء سے کچھ جزوی یا کلی اختلاف کے باوجود ان سطور کا راقم ان کی عزت واحترام میں ان کے کسی عقیدت مند سے پیچھے نہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائیں اور انہیں اپنے اکابر واسلاف بالخصوص علمائے اہلسنت والجماعۃ علمائے دیوبند کے مسلک ومشرب سے وابستہ رکھیں آمین۔

ع مقصودِ ما نصیحت بود و کردیم

☆☆☆☆☆

تاریخ ساز فیصلہ

(برائے تدوین وترتیب تاریخ جامعہ خیرالمدارس)

عالمِ اسلام کی ممتاز اور معیاری دینی درسگاہ جامعہ خیرالمدارس کی تاسیس 1349ھ کو جالندھر (انڈیا) میں ہوئی۔ قمری تقویم کے اعتبار سے رواں سال جامعہ کا 94واں تعلیمی سال ہے یوں سات سال بعد جامعہ خیرالمدارس کی علمی، دینی اور ملی خدمات کے 100 سال مکمل ہوجائیں گے۔ **فَلِلّٰہِ الْحَمْد**

اس موقع پر جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری زید مجدہم اور دیگر اکابر اساتذۂ کرام نے جامعہ خیرالمدارس کی ایک مبسوط، مفصل اور جامع تاریخ منضبط کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس میں جامعہ خیرالمدارس کی ایک صدی پر محیط دینی خدمات کو مفصل طور پر ذکر کیا جائے گا۔ ان شاءاللہ یہ تاریخ جامعہ کے علاوہ برصغیر کی زریں اور ناقابل فراموش علمی، دینی خدمات کا عکس جمیل اور تاریخی دستاویز ہوگی۔

تمام قارئین کرام سے التماس ہے کہ جن حضرات کے پاس جامعہ خیرالمدارس اور بانی جامعہ عارف باللہ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری قدس سرہٗ اور دیگر اساتذہ و متعلقین جامعہ خیرالمدارس کے متعلق کوئی تحریری مواد مطبوعہ یا غیر مطبوعہ موجود ہو، وہ اس کی ایک عدد صاف اور واضح کاپی ہمیں ارسال فرما کر اس کارِ خیر میں حصہ لیں۔ اگر تحریر ایسی ہو جس کی واضح کاپی کرانا مشکل ہو تو اصل مواد ہمیں ارسال فرمادیں۔ نقل کے بعد اصل تحریر شکریے کے ساتھ واپس کردی جائے گی۔

فضلاء جامعہ خیرالمدارس سے التماس ہے کہ جامعہ کے منہج وطریق اور اپنے زمانہ تعلیم کے غیر معمولی واقعات اور اساتذہ کرام کی امتیازی خصوصیات قلم بند فرما کر ارسال فرمادیں۔

جو لوگ اس کارِ خیر میں یہ علمی تعاون فرمائیں گے جامعہ کی تاریخ کی ترتیب وتالیف میں ان کا بھی حصہ شامل ہوگا۔

(واجرھم علی اللہ)

خط وکتابت کا پتہ: **محمد زبیر** معاون مدیر ماہنامہ "الخیر" دفتر ماہنامہ الخیر جامعہ خیرالمدارس ملتان

ای میل ایڈریس: zubairafzal2014@gmail.com

واٹس ایپ نمبر: 0302-02416290

الداعی الی الخیر: مولانا قاری محمد حنیف جالندھری، مہتمم جامعہ خیرالمدارس، اورنگزیب روڈ ملتان

☎ 061-4544440-4545783 فیکس 061-4545524

Website:www.khairulmadaris.edu.pk E-mail: info@khairulmadaris.edu.pk

تقریر صحیح بخاری شریف

قسط (۱۲)

عارف باللہ استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری نور اللہ مرقدہ

بانئ جامعہ خیرالمدارس

ضبط و ترتیب: مولانا قاری محمود احمد صاحب مدظلہم (مدرس جامعہ ہذا)

ترجمہ حارث بن ہشام:

یہ عینی بھائی ہے ابوجہل کا، ابوجہل کا نام تھا عمرو بن ہشام، اور چچا زاد بھائی ہے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا، بدر کی لڑائی میں یہ کافر تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل تھا، اس نے شکست کھائی اور بھاگ گیا اس واسطے اس کی جان بچ گئی ورنہ یہ مارا جاتا ابوجہل کی طرح، پھر ۸ھ میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا تو یہ مسلمان ہوا۔ اس وقت مؤلفۃ القلوب میں داخل تھا، مؤلفۃ القلوب جن کا ایمان نرم تھا، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ کے متصل فوج میں داخل ہوا۔

غزوۂ حنین میں گیا وہاں فتح ہوئی، مال غنیمت بہت تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سو اونٹ اس کو دیا، پھر یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہادوں میں شریک ہوا، مخلص مسلمان ہوا، غزوۂ یرموک ۱۵ھ میں شہید ہوا۔ ۳۲ لڑکے لڑکیاں اس کے تھے۔

لطائف الاسناد:

اس سند میں بھی خوبیاں ہیں (۱) ایک راوی عبداللہ بن یوسف دمشقی ہے باقی سب مدنی ہیں۔

(۲) تابعی، تابعی سے روایت کرتا ہے۔ ہشام بھی تابعی اور عروہ بھی تابعی ہے۔

(۳) الفاظِ سند چار قسم کے استعمال کیے گئے ہیں حَدَّثَنَا اَخْبَرَنَا اور عَنْ اور سَأَلَ۔

سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حارث (بن ہشام) نے (سوال کیا) اس میں دو احتمال ہیں: (۱) حارث نے جب سوال کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت مجلس میں موجود تھیں، (۲) دوسرا احتمال یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہاں موجود اور حاضر نہ تھیں، اور حدیث ذکر کرنے والی ہر صورت میں عائشہ رضی اللہ عنہا ہے، اگر حاضر تھیں تو یہ حدیث متصل ہے اور یہی صحیح ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ موجود نہ تھی تو پھر یہ حدیث ہے مرسل صحابی۔

یاد رکھو کہ مرسل صحابی میں اختلاف نہیں ہے، مرسل غیر صحابی میں اختلاف ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مرسل مقبول ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ اور احمد رحمہ اللہ کے

نزدیک مقبول نہیں، اور یہ مرسل صحابی ہے جیسا کہ ایک حدیث ہے مسند اور معجم بغوی میں عن هشام عن ابیه عن عائشه رضی اللہ عنہا عن الحارث بن هشام قال سالت۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ حارث رضی اللہ عنہ کی اصلی حدیث ہے اور عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں مگر اس میں ایک راوی عامر ضعیف ہے۔

سوال: وحی کی قسمیں تو مختلف ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں دو ہی قسمیں بیان کیں حالانکہ وحی نوم میں (بھی بصورتِ رؤیا) ہوتی ہے تو باقی کو کیوں حذف کر دیا۔

جواب: بوجہ کثرت کے، کہ ان دو صورتوں میں وحی کا کثیر وقوع ہوا ہے، چنانچہ فرشتہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں آتا تھا اکثر، جب وہ چلا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے یہ کون تھا (کوئی) کہتا کہ دحیہ کلبی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ دحیہ کلبی نہیں تھا، یہ جبریل علیہ السلام تھے۔

صَلْصَلَةُ الْجَرَسِ، اس میں اختلاف ہے کہ یہ آواز کس کی تھی؟ (۱) بعض کہتے ہیں کہ فرشتے کے پروں کی آواز تھی۔ (۲) بعض کہتے ہیں کہ اس کے تیز چلنے سے تیز آواز پیدا ہوتی تھی۔ (۳) بعض کہتے ہیں کہ فرشتے کی آواز تھی وہ فرشتہ راستہ میں اس کا تکرار کرتا آتا تھا۔ (۴) بعض کہتے ہیں کہ بلا شبیہ وہ آواز باری تعالیٰ کی ہوتی تھی، کیونکہ وحی تین قسم پر ہے، ایک یہ کہ نبی کی طرف وحی ہوتے وقت نبی کے باطن کو عالم قدس کی طرف اٹھا لیا جاتا ہے اور اس وقت وحی ہوتی ہے عالمِ بالا میں، اس کو کہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے **وَهُوَ اَشَدُّهٗ عَلَيَّ** کیونکہ انسان کا اصل مقام ہے زمین، تو اوپر لے جانے میں بہت مشقت ہوتی تھی۔ (۲) انسان کو اوپر نہ اٹھایا جائے، مگر وحی کو اس کے حواس میں اتارا جائے، اس میں فرشتہ کا دخل نہیں ہوتا، (۳) فرشتہ آتا ہے اور فرشتہ بھی دو طرح، کبھی تو فرشتہ اپنی شکل میں ہوتا ہے اور نبی کو اپنی طرف اٹھاتا ہے، اور کبھی انسانی صورت میں آتا ہے، سب سے آسان صورت وہ ہے کہ فرشتہ انسانی صورت میں آوے، اور اگر ملکی صورت میں آوے اور نبی کے قلب کو اپنی طرف کشش کرے تو اس میں مشقت ہوتی ہے۔

مناسبت بالباب، ظاہری یہ کہ دونوں میں وحی ہے، اور باطنی یہ کہ **وَهُوَ اَشَدُّهٗ عَلَيَّ** یعنی عظمت میں مناسبت ہے۔

وَعَيْتُ اور **اَعِيْ** کہا ہے تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم وحی کی سختی کی وجہ سے بے ہوش ہو جاتے تھے اور وہ سینے میں گڑتی جاتی تھی تو یاد ہو جاتی تھی، تو ختم ہونے کے بعد معلوم ہوتا کہ پہلے سے یاد ہے، اور دوسری صورت میں مشقت وہ نہیں ہوتی تھی تو ساتھ ساتھ یاد کرتے جاتے تو وہاں ماضی لائے اور یہاں مضارع، باعتبار احساس و عدمِ احساس کے **يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا**، اس میں نحوی کلام کیا ہے بہت، کہ **رَجُلًا** یا تو تمیز ہے یا حال ہے **مَلَك** سے، دونوں غلط ہیں، کیونکہ تمیز آیا کرتی ہے

رفع ابہام کیلئے جیسے رِطْلٌ زَیْتًا، اور مَلَک میں کوئی ابہام نہیں ہے تو یہ غلط ہے، اور حال معنیٰ میں خبر کے ہوتا ہے، اس وقت ہو گیا اَلْمَلَکُ رَجُلًا، اس وقت حمل صحیح نہیں جیسے اَلْحَجرُ شَجَرٌ میں۔

جواب: رَجُلًا منصوب بنزع خافض ہے اَیْ یَتَمَثَّلُ لِیَ الْمَلَکُ بِصُوْرَةِ الرَّجُلِ، تو نہ حال ہے نہ تمیز، البتہ منصوب بنزع خافض ہے۔

اور وَقَدْ وَعَیْتُ عَنْهُ، عَنْهُ کا مرجع مَلَک ہے، لیکن مَلَک کا پہلے ذکر نہیں، جواب نمبر (۱) یہ غیر ما ہولہٗ کیطرف نسبت ہے یعنی مجاز عقلی ہے۔ جواب (۲) یا مجاز لغوی ہے، تو اس میں مضاف محذوف ہے ای وَعَیْتُ عَنْ صَاحِبِ الْوَحْيِ۔

فائدہ: قسطلانی شرح بخاری ۴۶٫۱ میں ہے کہ تفسیر ابن عادل میں منقول ہے کہ جبریل علیہ السلام آدم علیہ السلام کے اوپر بارہ مرتبہ وحی لائے ہیں، اور ادریس علیہ السلام پر چار مرتبہ اور نوح علیہ السلام پر پچاس مرتبہ اور ابراہیم علیہ السلام پر بیالیس مرتبہ اور موسیٰ علیہ السلام پر چار سو مرتبہ، اور عیسیٰ علیہ السلام پر دس مرتبہ، اور حضور ﷺ پر چوبیس ہزار مرتبہ۔ (یہ) قسطلانی نے ابن عادل سے نقل کیا ہے، باقی حوالہ قسطلانی اور ابن عادل کی گردن پر ہے۔

قَالَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا: اس میں دو احتمال ہیں (۱) تو یہ ہے کہ سندِ اول کے ساتھ اس کی بھی سند ہے (یعنی وہی سند ہے) اس کا عطف ہے عن عائشہ رضی اللہ عنہا پر اور واؤ یہاں محذوف ہے۔ بعض نحویوں نے (ابن مالک نحوی نے الفیہ میں) کہا ہے کہ حرف عطف محذوف ہوتا ہے یہ جائز ہے، اس وقت یہ سمجھ میں آیا کہ یہ قول جو ہے یہ بھی باسند ہے بلا سند نہیں (۲) کہ یہ تعلیق ہے، تعلیق اس کو کہتے ہیں کہ شروع میں سند نہ ہو۔

وَاِنَّ جَبِیْنَهٗ لَیَتَفَصَّدُ عَرَقًا، اور بیشک ماتھا آپ ﷺ کا بہاتا پسینہ کو۔

اعتراض: یہاں معلوم ہوا کہ پسینہ آجاتا تھا تو سخت گرمی ہوتی تھی اور دوسری حدیث میں آرہا ہے زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سخت سردی تھی تو وہ اس کے مخالف ہے۔

جواب (۱) باطن میں آپ ﷺ کے حرارت ہوتی تھی، ظاہر بدن میں آپ ﷺ کے سردی ہوتی تھی۔

جواب (۲): عین وحی نازل ہونے کے وقت میں آپ ﷺ کو سخت گرمی ہوتی تھی، اور جب وحی بند ہو جاتی اور آپ ﷺ گھر جاتے تو سردی ہو جاتی تھی، قرآن میں آتا ہے اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا (ہم ڈالنے والے ہیں تجھ پر ایک بھاری بات) اور بعض حدیثوں میں آتا ہے (مرفوعاً)۔ ظَنَنْتُ نَفْسِیْ تُقْبَضُ (کنز العمال) (میں گمان کرتا ہوں کہ میری جان نکل جائیگی)۔

مناسبۃ الحدیث بالباب: ظاہری مناسبت واضح ہے، اور باطنی یہ کہ عظمت بڑی ہوتی تھی،

وَاِنَّ جَبِيْنَهُ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا.

المسائل المستنبطة منها:

(۱) فرشتوں کا وجود ہے، بعض ملحد فرشتوں کا انکار کرتے ہیں۔ (۲) سوال کرنا معانی سے جائز ہے، یہ کیف یاتیک الوحی سے معلوم ہوا۔ (۳) فرشتہ متشکل بشکل مختلفہ ہوتا ہے۔ (۴) سوال کرنا احوالِ انبیاء سے جائز ہے۔ (۵) اگر سائل سوال کرے ایسی چیز سے جو ذو اقسام ہے تو مجیب کیلئے مناسب ہے کہ اس کی تفصیل کرکے بتلاوے۔

حدثنا یحییٰ بن بکیر، یحییٰ بن بکیر، یہ اصل میں یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر ہے یہاں نسبت دادا کی طرف کردی گئی، ابن شہاب یہ تابعی ہے، اور عُروہ بھی تابعی ہے، یحییٰ بن بکیر مصری ہے، باقی جتنے ہیں سب مدنی ہیں۔

یہاں سند میں دو خوبیاں ہیں (۱) مصری و مدنی راوی ہیں (۲) تابعی عن تابعی روایت کرتا ہے۔ حَتّٰى جَاءَهُ الْحَقُّ، اگر خبر موافق ہے واقع کے تو یہ صدق ہے، اگر واقع موافق ہے خبر کے تو یہ حق ہے، (کمافی شرح التهذیب)

قولهٗ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث مراسیل سے ہے، اس واسطے کہ مرسل اس کو کہتے ہیں کہ راوی واسطہ چھوڑ دیوے، اور خود بخود بیان کررہی ہیں۔ اور یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ مرسل ہے یہ اس طرح کہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے پہل وحی آئی وہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت پیدا بھی نہ ہوئی تھیں۔

قولهٗ اَوَّلُ مَابُدِئَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وجہ خواب میں وحی کرنے کی، (۱) انسان ضعیف البنیاد ہے اور وحی میں بہت قوت ہے اگر پہلے پہل بیداری میں وحی آتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سنبھال نہ سکتے۔ اس واسطے آپ صلی اللہ علیہ وسلم (کو) وحی خواب میں آئی تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیار ہو جائیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر اور درخت سلام کرتے تھے، اور روشنی نظر آتی تھی، اس واسطے اللہ کی حکمت یہ ہوئی کہ پہلے خواب میں وحی آئی، پھر جب خواب کی تکمیل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہائی محبوب ہوئی کیونکہ خلوت میں سوچ آخرت کی اچھی طرح ہوگی اور بشری حالات وخیالات منقطع ہو جاتے ہیں۔

(۲) غیر سے وحی سیکھنے کا احتمال باقی نہ رہے۔ (۳) لوگوں سے جب منقطع ہونگے تو وحی کے ساتھ مناسبت ہوگی۔ (۴) توجہ تام ہو کیونکہ جب خلط ملط ہوتا ہے تو توجہ میں انتشار ہوتا ہے۔

نبی الانبیاء ﷺ ہیں، بالیقیں ہیں

پروفیسر مولانا میاں محمد افضل صاحب، مدظلہ (ساہیوال)

مرے محبوب ختم المرسلیں ﷺ ہیں — وہی محبوبِ رب ہیں، بالیقیں ہیں
اُنھی کے واسطے سب کچھ بنایا — وہی تو وجہِ تخلیقِ [1] زمیں ہیں
ولا [2] اُن کی ہے اصلِ عینِ ایماں — بلا اس کے تو، ہم مسلم نہیں ہیں
خدا نے عرش پر اُن کو بلایا — جو محبوبِ خدائے عالمیں ہیں
ہوا کچھ رات کے حصے میں، سب کچھ — وہاں خادم بھی، جبریلِ امیں ہیں
گئے جبریل سدرۃ منتہیٰ تک — نہ آگے جا سکے، روح الامیں ہیں
تجلی رب کی دیکھی آپ ﷺ نے ہی — سہیم [3] اس میں نبی کوئی نہیں ہیں
محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان، عالی — نبی الانبیاء ﷺ ہیں، بالیقیں ہیں
شہِ مدنی ﷺ مجھے در پر بلا لیں — کہ دل میں آپ ﷺ ہی تو جاگزیں [4] ہیں
بقیع کا گوشہ بھی مجھ کو دلا دیں — خدا سے کہہ کے، ارحم راحمیں ہیں
شہِ طیبہ ﷺ خبر امت کی لے لیں — سبھی مظلوم، صیدِ [5] ظالمیں ہیں
خدا سے کہہ کے امت کو بچالیں — ترے سب اُمتی اب خاسریں [6] ہیں
اطاعت آپ ﷺ کی جو ترک کی ہے — ہیں ہم مغلوب، کافر غالبیں ہیں
بنا دیں ہم کو پکا سچا مسلم — پرانی شان کے ہم طالبیں ہیں
یہ افضل آپ ﷺ کا بے حد گنہ گار — شفاعت ہو!، شفیع المذنبیں [7] ہیں

۱۔ پیدا کرنے کا سبب ۲۔ محبت ۳۔ حصے دار ۴۔ بیٹھے ہوئے ہیں ۵۔ شکار ۶۔ گھاٹے والے ۷۔ گنہ گاروں کے سفارشی

وہ بولتے تھے لفظ بہت ہی جچے تلے

مولانا محمد اکرام القادری صاحب (سابق ایڈیٹر ترجمان اسلام لاہور)

دنیائے دوں سے حضرت ادریس رحمہ اللہ بھی گئے
شیخ الحدیث و قاری ومقری تھے وہ بڑے

علم وعمل ملے تھے وراثت میں باپ سے
قاری رحیم بخش رحمہ اللہ کی آغوش میں پلے

تھی احتیاط ان کی زبان وبیان میں
وہ بولتے تھے لفظ بہت ہی جچے تلے

اپنے عظیم ہونے کا احساس تک نہ تھا
چھوٹوں بڑوں میں رہتے ہمیشہ ملے جلے

انداز گفتگو بھی عجیب و غریب تھا
رس گھولتے تھے کانوں میں جملے بھلے بھلے

لکھی شرح عظیم بخاری شریف کی
فکر و خیال اپنے اکابر سے ہی لیے

ہر لمحہ ان کا علم وعمل کی اساس تھا!
کتنا عظیم مدرسہ وہ چھوڑ کر گئے!

جو کچھ لکھا وہ خوب سے بھی خوب تر لکھا
گویا سطر سطر میں موتی پرو دیئے

اک بحر بے کنار کی موجوں کو تھام کر
خطبات کی ترتیب میں دریا بہا دیئے

بخشی خدا نے آپ کو اولادِ صالحہ!
اللہ کرے وہ بھی ثمر بارہوں گھنے

ایک ایک کر کے چل دیے اہل وفا تمام
اکرامؔ رہ گئے ہیں بس اب تو گنے چنے!

☆☆☆☆☆

مادرِ علمی

کلام: مولانا خرم فاروق ضیاء صاحب (شریک دورۂ حدیث شریف)

اے میرے گلشن خیرالمدارس! اے نشانِ علم
جہاں میں ہے عظیم الشان تیری داستانِ علم

تری دلکش فضاؤں نے عجب تاثیر پائی ہے
شبِ تاریک میں بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھائی ہے
تری بنیاد میں پنہاں حیا ہے، پارسائی ہے
ترے بکھرے ہوئے ذرات میں بھی کیمیائی ہے

براہِ عشق تو میرا متاعِ کاروانِ علم
جہاں میں ہے عظیم الشان تیری داستانِ علم

فضا قال النبیؐ کے زمزمے جب بھی سناتی ہے
دلوں میں کیف و مستی کے سُروں کو چھیڑ جاتی ہے
چمن کی ہر کلی فرطِ خوشی سے مسکراتی ہے
مسرت اور فرحت کے ترانے گنگناتی ہے

سدا یوں جگمگاتا ہی رہے یہ بوستانِ علم
جہاں میں ہے عظیم الشان تیری داستانِ علم

تجھے "شبیرؒ" کے علم و ہنر سے ہے شناسائی
فیوضِ "شیخ عابدؒ" سے ملی ہے تجھ کو رعنائی
تری عظمت بڑھاتی ہے رخِ "ازہرؒ" کو زیبائی
تری قسمت میں آئی "حضرتِ انورؒ" کی دانائی

زہے قسمت کہ تو نے پائی خیرِ اہلیانِ علم
جہاں میں ہے عظیم الشان تیری داستانِ علم

اکابر اہلِ جالندھر کی محنت کا ثمر ہے تو!
شب ظلمت کی تاریکی میں خورشید سحر ہے تو!
گلِ ''شمشاد'' سے آراستہ ہے، دیدہ ور ہے تو!
علومِ ''شیخ عبداللہ'' سے تابندہ تر ہے تو!
رہے پائندۂ انوار تیرا آشیانِ علم
جہاں میں ہے عظیم الشان تیری داستانِ علم

گلستاں کے گلِ اختر ''جنابِ مہتمم'' صاحب
بلند افکار، شیریں مرکبِ گفتار کے راکب
علومِ دین کے وارث، رسول اللہ نائب
خدایا ان کے ہر دشمن کو کردے خاسروخائب
سدا قائم رہے ہم پر ترا یہ سائبانِ علم
جہاں میں ہے عظیم الشان تیری داستانِ علم

قبورِ اہلیانِ خیر پر اللہ کی رحمت ہے
میرے اسلاف کا مدفن یقیناً باغِ جنت ہے
وہاں ان کا مقدر دائمی تسکین و راحت ہے
ہمیں ان اولیاء اللہ سے قلبی محبت ہے
کہ جن کے نام کے صدقے بڑھی ہے تیری شانِ علم
جہاں میں ہے عظیم الشان تیری داستانِ علم

مرے گلشن ترے دلکش نظارے یاد آئیں گے
تری قربت میں جو لمحے گزارے یاد آئیں گے
سبھی استاد اور ہم عصر پیارے یاد آئیں گے
ضیاء اس کہکشاں کے چاند تارے یاد آئیں گے
یہاں سیراب ہوتے ہیں قلوبِ تشنگانِ علم
جہاں میں ہے عظیم الشان تیری داستانِ علم

تقریب سعید اختتام صحیح بخاری شریف

ضبط وترتیب: ابوعمار فیاض احمد عثمانی (ناظم ماہنامہ الخیر)

عالم اسلام اور وطن عزیز پاکستان کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ خیر المدارس ملتان کے ۹۴ ویں تعلیمی سال کا اختتام ۲۰ رجب المرجب ۱۴۴۲ھ مطابق ۵ مارچ ۲۰۲۱ء بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عشاء اصح الکتب بعد کتاب اللہ ”صحیح بخاری شریف“ کی آخری حدیث کے درس پر ہوا۔ آخری سبق جامعہ دار العلوم کراچی کے نائب صدر اور شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم نے پڑھایا۔

اس باوقار تقریب کا آغاز بعد نماز مغرب مولانا شمس الحق جالندھری کی تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ بعد نماز عشاء اس روح پرور تقریب کا باضابطہ آغاز ہوا، اسٹیج سیکرٹری کے فرائض جامعہ کے استاذ صاحبزادہ مولانا محمد احمد حنیف جالندھری زید مجدہم نے ادا کیے۔ جامعہ کے اساتذۂ حدیث میں سے مناظر اسلام وکیل احناف اور جامعہ کے شعبۂ دعوۃ والارشاد کے رئیس حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب اوکاڑوی زید مجدہم نے ”اعتماد علی السلف“ کے موضوع پر مختصر مگر جامع خطاب فرمایا، ماہنامہ الخیر کے مدیر، استاذ الحدیث حضرت مولانا محمد ازہر صاحب زید مجدہم، جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا شبیر الحق کشمیری زید مجدہم، رئیس دارالافتاء حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب زید مجدہم، پیر طریقت حضرت مولانا محمد عابد صاحب زید مجدہم اور جامعہ کے ناظم تعلیمات حضرت مولانا شمشاد احمد صاحب زید مجدہم کی مختصر نصائح کے بعد جامعہ کے مہتمم، شیخ الحدیث، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ استاذ العلماء حضرت مولانا محمد حنیف صاحب جالندھری زید مجدہم نے مفصل خطاب فرمایا:

حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم کے درس سے قبل کراچی سے آئے ہوئے مہمان محترم شاذ خان صاحب نے اپنا کلام سنایا اور ولی کامل حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب (جامعہ مدنیہ جدید، لاہور) نے مختصر وعظ فرمایا۔

اس پُروقار مجلس میں جامعہ سے فارغ ہونے والے ۵۸ مفتیان کرام، ۱۸۰ علماء، ۲۸ قراء اور ۷۰ حفاظ کی دستار بندی کی گئی، اس موقع پر دار العلوم کبیر والا کے مہتمم وشیخ الحدیث حضرت مولانا ارشاد

احمد صاحب، مخدوم زادہ مولانا خلیل احمد صاحب (خانقاہ سراجیہ، کندیاں) پیر طریقت مولانا رشید احمد صاحب شاہ جمالی، معروف اسکالر مولانا حافظ سید محمد اکبر شاہ صاحب بخاری، جامعہ کی مجلس شوریٰ کے رکن محترم حاجی عبدالوحید صاحب، مولانا محمد یوسف علوی (ڈی جی خان) اور دیگر حضرات موجود تھے۔

جامعہ فاروقیہ شجاع آباد کے مہتمم وشیخ الحدیث مولانا زبیر احمد صدیقی صاحب اور جامعہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ملتان کے مہتمم حضرت مولانا کریم بخش صاحب نے بھی خصوصی طور پر شرکت کی۔

اِس شمارے میں حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم کا درس شائع کیا جارہا ہے، جبکہ حضرت مہتمم صاحب زید مجدہم کا مفصل بیان اور دیگر حضرات اساتذہ کرام کے بیانات اور نصائح ان شاء اللہ آئندہ شمارہ رمضان/شوال ۱۴۴۲ھ (مئی ۲۰۲۱ء) میں شاملِ اشاعت ہوں گے۔ اِس پُر وقار تقریب کا اختتام حضرت شیخ الاسلام زید مجدہم کی دعا پر ہوا۔

درس حدیث: شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم، الحمد للّٰہ رب العلمین، والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد خاتم النبیین و امام المرسلین وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین وعلیٰ کل من تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین، اما بعد!

حضرات علمائے کرام، معزز حاضرین اور میرے طالب علم ساتھیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے ایک مرتبہ پھر اس مبارک جامعہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حاضری کی توفیق عطا فرمائی، یہ جامعہ خیر مجسم سردارِ اولیاء حضرت مولانا خیر محمد صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کا صدقۂ جاریہ ہے، جو ان شاء اللہ رہتی دنیا تک اُن کیلئے "اجر وثواب" کا اور اس سے فائدہ اٹھانے والوں کیلئے فیض جاری رہنے کا ذریعہ بنتا رہے گا۔

اب اس وقت آپ حضرات کئی گھنٹوں سے تشریف فرما ہیں اور آدھی رات سے زائد ہو چکی ہے، تقریباً ایک بجنے میں بیس منٹ باقی ہیں، لیکن "دین کی بات" کسی لمبی چوڑی تقریر کی محتاج نہیں ہوتی، اللہ تبارک وتعالیٰ کہنے والے کے دل میں "اخلاص" عطا فرمائے اور سننے والے کے دل میں "طلب اور رجوع الی اللہ" عطا فرمائے تو چھوٹے سے جملے بھی کارآمد ہو جاتا کرتے ہیں، خدانہ کرے اگر یہ بات نہ ہو تو لمبی چوڑی تقریریں بھی بے کار ہوتی ہیں، ابھی آپ نے شیخ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب دامت برکاتہم کا مختصر سا خطاب سنا، چند منٹ کی بات فرمائی لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے دل سے نکلی اور الحمد للہ طلب رکھنے والوں کے دل تک پہنچی اور اس کے نتیجے

میں چند جملے بھی کارآمد ہو گئے۔

میں آپ کو یقین سے کہتا ہوں کہ ساری تقریریں اور سارے بیانات ایک طرف اور آپ کا کئی گھنٹوں سے یہاں بیٹھنا ایک طرف، انہوں نے جو آپ سب حضرات سے ''سبحان اللہ'' کہلوایا، وہ ساری مجلس کا حاصل ہے۔ اور یہ بات جو آپ نے ارشاد فرمائی حضرت اقدس قدس اللہ سرہٗ کی کہ یہ زبان ذکر اللہ کی مشین ہے، اس مشین کو صحیح استعمال کرو، یہ بظاہر چھوٹی سی بات ہے لیکن ساری زندگی یاد رکھنے کے قابل ہے، لوحِ دل پر نقش کرنے کے قابل ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

ابھی جیسا کہ حضرت نے فرمایا کہ یہ کتاب جو ''نیت'' سے شروع ہوئی تھی اور اب ''ذکر'' پر ختم ہو رہی ہے تو وہ حدیث ذکر والی اب پڑھی جائے گی ان شاء اللہ، لیکن میرے اِن عزیز طلبہ نے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ اس حدیث کا متن پڑھنے سے پہلے آپ کے سامنے ''حدیث مسلسل بالاولیہ'' پڑھ لوں، تا کہ اس تسلسل کی برکات میں ہم سب شامل ہو جائیں۔

''حدیث مسلسل بالاوّلیہ''

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ بڑے جلیل القدر محدث ہیں، اُن کے وقت سے یہ سلسلہ چلا آ رہا ہے کہ جب بھی کوئی طالب علم کسی استاذ کے پاس حدیث پڑھنے گیا تو اُس استاذ نے اپنے شاگرد کو سب سے پہلے جو حدیث سنائی وہ یہ حدیث تھی، اس لیے حضرت سفیان ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر آج تک تسلسل چلا آتا ہے کہ طالب علم سب سے پہلے جب استاذ کے پاس جاتا ہے حدیث پڑھنے کے لئے تو استاذ اُس کو پہلے یہ حدیث پڑھاتا ہے، اسی لیے اس کو ''حدیث مسلسل بالاولیہ'' کہتے ہیں۔

یہ حدیث مجھے تین مشائخ سے اجازت کے ساتھ حاصل ہے۔ ایک حضرت شیخ حسن المشاق المکی المالکی رحمۃ اللہ علیہ سے جو مسجد حرام میں درس دیا کرتے تھے۔ سن ۱۹۶۳ء میں، یعنی آج سے تقریباً ۵۷ سال پہلے، میں نے مسجد حرام میں اُن سے یہ حدیث حاصل کی اور وہ پہلی حدیث تھی جو میں نے اُن سے پڑھی، اور اس کے بعد حضرت الشیخ محمد یٰسین الفادانی سے جو ساری دنیا میں اسانید کے سب سے بڑے عالم تھے، اُن سے الحمد للہ یہ حدیث دوسری مرتبہ پڑھی، اور تیسری بار حضرت الشیخ احمد النامی رحمۃ اللہ علیہ سے جو جدہ میں مقیم تھے، انہوں نے ۱۲۰ سال کی عمر میں الحمد للہ اپنی اسناد کے ساتھ مجھے اس حدیث کی اجازت دی، اور شرط یہ لگائی کہ تم بھی ہمیں اجازت دو، میں نے کہا کہ حضرت! یہ شرط تو بڑی مشکل ہے، آپ کہاں اور میں طالب علم کہاں! کہنے لگے، نہیں جب تک تم مجھے اجازت نہیں دو

گے، میں بھی تمہیں اجازت نہیں دوں گا، مانی پڑی بالآخر، اور جب زبانی طور پر یہ تبادلہ ہو گیا تو فرمایا کہ صرف زبانی نہیں، تم مجھے لکھ کر بھیجو گے کہ تم نے مجھے اجازت دی ہے، اب یہ ایک سو بیس سال کے شیخ، جن کی ساری زندگی حدیث پڑھنے اور پڑھانے میں گزری، وہ یہ فرمارہے ہیں کہ لکھ کر دو، باامر مجبوری اُن کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بندہ نے خط بھیجا، اُن کی صاحبزادی نے بالواسطہ مجھے بتایا کہ جس روز آپ کا وہ خط پہنچا تو اُسی دن حضرت نے وہ خط پڑھا اور اُسی شام کو حضرت کی وفات ہو گئی (اللہ اکبر)، لہٰذا آخری تحریر جو انہوں نے پڑھی وہ تمہاری پڑھی۔

اِن تین بزرگوں سے مجھے یہ حدیث حاصل ہے تو میرے اِن ساتھیوں نے فرمائش کی ہے کہ ہمیں بھی اس حدیث کی اجازت دو، تو میں وہ حدیث آپ کے سامنے پڑھتا ہوں..........

حدثنی الشیخ حسن المشاق المکی المالکی رحمہ اللہ والشیخ محمد یٰسین الفادانی رحمہ اللہ والشیخ احمد النا خبی رحمہ اللہ کل واحد منهم یرویه باسنادهٖ الیٰ سیدنا عبداللّٰه بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما، قال قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم ، الراحمون یرحمهم الرحمن تبارک وتعالیٰ ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السمآء،...... وهٰذا اول حدیثٍ سمعتهٗ من هٰذه الشیوخ وکل واحد منهم یقول : هٰذا اول حدیثٍ سمعته من الشیخ وهٰذا التسلسل ینتهی الیٰ سفیان بن عیینة رحمہ اللہ وانا اجیزکم بهٰذا الحدیث بهٰذا التسلسل. تقبل اللّٰه تعالیٰ منا ومنکم.

اب حدیث کی عبارت پڑھیں: **بسم اللّٰه الرحمن الرحیم ....کلمتان حبیبتان الی الرحمن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان ، سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمۡدِهٖ سُبۡحَانَ اللّٰهِ الۡعَظِیۡمِ.**

یہ صحیح بخاری کا آخری باب ہے۔اور یہ باب امام بخاری رحمہ اللہ نے قرآن کریم کی ایک آیت کی تفسیر کرنے کیلئے ''ترجمہ'' میں قائم کیا ہے، جس میں اللہ جل جلالہٗ نے ارشاد فرمایا: وَنَضَعُ الۡمَوَازِیۡنَ الۡقِسۡطَ لِیَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ فَلَا تُظۡلَمُ نَفۡسٌ شَیۡئًا، کہ ہم قیامت کے دن ترازوئیں قائم کریں گے، ایسی ترازوئیں جو سراپا انصاف ہوں گی اور کسی بھی انسان پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔

یہ آیت کریمہ ہے جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قیامت کا ایک نہایت اہم منظر بیان فرمایا ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ اسی پر اپنی کتاب کو ختم کر رہے ہیں اور یہ توجہ دلانے کیلئے مجھے اور آپ کو کہ سارا علم حاصل کرنے کے بعد، طہارت سے لے کر فرائض تک تمام ''احکام'' پڑھنے کے بعد، سیرۃ طیبہ کے

اقوال اور مغازی کے احوال سننے کے بعد، ساری معلومات حاصل کر لینے کے بعد مجھے اور آپ کو یہ احساس ہونا چاہیے کہ ہمارے تمام اعمال اور اقوال قیامت کے دن تولے جائیں گے، گنے نہیں جائیں گے، تولے جائیں گے۔ یہ دیکھا جائے گا کہ کس ''عمل'' میں کتنا ''وزن'' ہے؟ جیسے حضرت مفتی (محمد حسن) صاحب نے فرمایا کہ عمل کی چھوٹائی اور بڑائی کا اعتبار نہیں ہے، عمل کے اندر ''وزن'' کا اعتبار ہے، چھوٹا عمل ہو، لیکن اللہ جل جلالہٗ کی رضا جوئی کیلئے ہو، اخلاص کے ساتھ ہو وہ چھوٹا عمل بھی کارآمد ہوگا۔ حدیث میں رسول کریم ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اَخْلِصْ دِیْنَکَ یکفیک بالعمل القلیل: یعنی دین میں اخلاص پیدا کرلو تو تھوڑا سا عمل بھی کافی ہو جائے گا، تو اصل میں ''وزن'' جو پیدا ہوتا ہے ''اعمال'' میں، وہ اگر امام بخاری رحمہ اللہ شاید زبانِ حال سے یہ فرما رہے ہوں کہ اگر یہ معلوم کرنا ہے کہ ''وزن'' کیسے پیدا ہوتا ہے تو پھر میری کتاب (بخاری شریف) کی پہلی حدیث پڑھ لو، یعنی ''انما الاعمال بالنیات'' والی، نیت میں اگر اخلاص ہے تو ''عمل'' میں وزن ہو جاتا ہے، اور اگر نیت میں اخلاص نہیں ہے، ریاکاری ہے، لوگوں کی تعریف حاصل کرنا ہے، اپنا نام روشن کرنا ہے تو پھر چاہے کتنا ہی بڑا عمل ہو، وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں مکھی کے پَر کے برابر بھی نہیں۔

یہ پیغام امام بخاری رحمہ اللہ ہمیں آخر میں دے کے جا رہے ہیں اور اسی کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ اِنَّ اَعْمَالَ بَنِیْ اٰدَمَ وَقَوْلَھُمْ یُوْزَنُ کہ بنی آدم کے اعمال بھی تولے جائیں گے اور ان کے اقوال بھی تولے جائیں گے۔

یہ اس لیے فرمایا کہ بہت سے گمراہ فرقے کہتے تھے کہ اعمال اور اقوال کا وزن کیسے ہوگا؟ یہ تو ''اَعراض'' کے قبیل سے ہیں، لہٰذا بعض حضرات نے یہ تاویل کی کہ ''اعمال'' نہیں تولے جائیں گے بلکہ ''اعمال کے صحیفے'' تولے جائیں گے، نامۂ اعمال تولے جائیں گے، بعض نے کہا کہ عمل کرنیوالوں کو تولا جائے گا، امام بخاری رحمہ اللہ نے اِن سب کی تردید کردی اور فرمایا: ان اعمال بنی آدم وقولھم یُوزن، کہ ''اعمال'' بذاتِ خود تولے جائیں گے، بلکہ صرف اعمال ہی نہیں بلکہ تمہارے منہ سے نکلی ہوئی باتیں بھی تولی جائیں گی۔

مجھے تو کبھی کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید اللہ تبارک وتعالیٰ نے امام بخاری رحمہ اللہ پر منکشف فرمادیا کہ میری کتاب کی آخری حدیث پڑھ کر لوگ ''عالم'' بنیں گے، مولوی بننے کی سند ''صحیح بخاری'' پڑھنے پر ہی ملے گی، اور جب کوئی صحیح بخاری پوری پڑھ لیتا ہے تو پھر اُس کے سر پر ''دستار'' رکھی جاتی ہے اور اُسے ''عالم'' کہا جاتا ہے، تو اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ ہمیں یہ درس دے رہے ہیں کہ جب تم

میری یہ کتاب پڑھ کر عالم بنو گے تو باہر جا کر تم سے تحقیقات نہیں پوچھی جائیں گی، تم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ اعمال میں زیادتی یا نقصان ہوتا ہے یا نہیں، ''اعمال ایمان کا جزو ہیں یا نہیں؟ لوگ یہ نہیں پوچھیں گے، بلکہ وہ تمہارے اعمال کو دیکھیں گے، تمہارے کردار کو دیکھیں گے کہ یہ قرآن و حدیث پڑھ کر آیا ہے تو کیا اس کی ہر بات سچی ہوتی ہے اور کیا اس کی ہر بات اخلاص پر مبنی ہوتی ہے؟ تو کیا یہ جو بات منہ سے نکالتا ہے، وہ نپی تلی ہوتی ہے؟ یا یہ اپنے جذبات کی رَو میں جو منہ میں آتا ہے، کہہ دیتا ہے! اور جو بات یہ جو کہتا ہے، آیا وہ اخلاص سے کہتا ہے یا محض اپنی شہرت بڑھانے کیلئے کہتا ہے! لوگوں سے واہ واہ کرانے کیلئے کہتا ہے؟ اس لئے جاتے جاتے امام بخاری رحمہ اللہ ہمیں یہ تنبیہ کرتے جا رہے ہیں کہ تمہارے قول کا بھی وزن ہوگا اور تم جب باہر نکلو گے تو کبھی تمہیں درس دینا ہوگا، کبھی تقریر کرنی ہوگی، کبھی بیان کرنا ہوگا، کبھی تحریر لکھنی ہوگی، تو یہ خیال نہ کرتا کہ یہ تقریر یا تحریر ہوا میں اُڑ جائے گی، بلکہ اس کا وزن ہوگا، لہٰذا کوئی بات کرنے سے پہلے یا لکھنے سے پہلے یہ سمجھ لینا کہ یہ قول یا تحریر تمہیں جنت میں لے جائے گی یا جہنم میں لے جائے گی، اس میں سچ کتنا ہے اور جھوٹ کتنا ہے؟ حقیقت کتنی ہے اور مبالغہ کتنا ہے؟ جب تک تمہارے قول اور عمل میں ''اعتدال'' اور یہ انصاف اور اخلاص نہ ہو تو تمہاری سب باتیں ہوا میں اُڑ جائیں گی، وہ لوگوں کے کانوں سے ٹکرائیں گی تو دوسرے کان سے نکل جائیں گی (یعنی ان کا اثر نہیں ہوگا) لیکن اگر تمہارے اندر اخلاص ہوگا تو پھر سُود مند ہوں گی۔

یہ بات میں اس لئے کہتا ہوں کہ ہمارے اکابر جن کے ہم نام لیوا ہیں (حضرات علمائے دیوبند رحمہم اللہ) اُن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ''اعتدال'' کا پیکر بنایا تھا، اُن کی زبان سے جو کلمہ نکلتا تھا، وہ تلا ہوا ہوتا تھا، یہ نہیں ہے کہ جذبات میں آ کر وہ کوئی ایسی بات کہہ گزریں اور جذباتی گفتگو کر کے اپنی خواہشات کی تسکین کر لیں، بلکہ وہ یہ دیکھتے تھے کہ اس میں سچ کتنا ہے اور مبالغہ کتنا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے

احبب حبیبک ھوناً ما عسی ان یکون بغیضک یوماً ما وابغض بغیضک ھوناً ما عسیٰ ان یکون حبیبک یوماً ما

ترجمہ: کسی سے محبت کرو، کسی کے مداح بنو تو اُسے آسمان پر مت چڑھاؤ یعنی بہت مبالغہ نہ کرو، عَسیٰ اَنْ یَکُوْنَ بغیضک یَوْمًا ما کہ ہو سکتا ہے کہ جس کی تم تعریف کر رہے تھے اور اُس کو آسمان پر چڑھایا تھا، کسی وقت اُس کی کوئی برائی کرنی پڑ جائے، اور اگر کسی سے بُغض کرو تو بھی دھیرے دھیرے کرو، ایسا نہ ہو کہ کسی وقت تمہیں اُس کی تعریف کرنی پڑ جائے، آج کیا ہو رہا ہے! کسی

کا دیوانہ ہوا تو اُسے آسمان پر چڑھا دیا اور اگر کوئی بات کر دے تو پھر کہہ دیا کہ یہ تو میرا دشمن ہے، اور اگر کسی سے بغض ہوا تو ایسا ہوا کہ کوئی اگر اُس کی کوئی اچھی بات بھی ہو اور کوئی اس کی اچھی بات کی تائید کر دے تو کہہ دیا کہ تو دشمن ہے میرا۔

تو اس لئے اپنے منہ سے نکلی ہوئی بات (اقوال) اور آپ کے قلم سے لکھی ہوئی کوئی بات! اس کے بارے میں ارشاد ہے کہ یہ سب ریکارڈ ہو رہی ہے اور مجھے (کل قیامت کے دن) اس کا جواب دینا ہوگا۔ اور میزانِ عدل میں یہ بات تولی جائے گی۔ اِنَّ اَعْمَالَ بَنِیْ اٰدَمَ وَقَوْلَھُمْ یُوْزَنُ.

میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ مجھے نصیحت فرمائی، مجھے اُن دنوں طنزیہ جملے کہنے کا بڑا شوق تھا، اسی طرح کسی کی تعریف کرنے کا بھی بڑا جذبہ تھا۔ میں نے ایک کتاب لکھی تھی، جس میں میرا یہی انداز تھا، تو حضرت والا رحمہ اللہ نے مجھ سے پوچھا (ساری کتاب پڑھ کر) کہ تم نے یہ کتاب جو تمہارے ہم خیال ہیں، اُن سے تعریف کروانے کیلئے لکھی ہے یا جو بگڑے ہوئے ہیں، اُن کو راہ راست پر لانے کیلئے لکھی ہے؟ اگر تم نے اپنے لوگوں سے تعریف حاصل کرنے کیلئے لکھی ہے تو پھر بہترین کتاب ہے اور بہت اعلیٰ درجے کی کتاب لکھی ہے، لیکن اگر اس لیے لکھی ہے کہ کوئی بگڑا ہوا اس سے راہ پا جائے تو یہ کتاب ایک دمڑی کی بھی نہیں ہے۔

اس لیے کہ وہ تو پہلے سے ہی سمجھ لے گا کہ یہ تو میرا مخالف ہے تو وہ کبھی بھی "طلبِ حق" کے ساتھ نہیں پڑھے گا، اُس وقت مجھ سے یہ جملہ فرمایا تھا جو میں آپ کے سامنے نقل کرتا ہوں، کہ جب تم کوئی بات زبان سے نکالو، یا کوئی لفظ قلم سے لکھو تو یہ سوچ لو کہ اسے کسی عدالت میں ثابت بھی کرنا ہے، کیونکہ اس کا موقع آ سکتا ہے کہ واقعی تجھے عدالت طلب کر سکتی ہے، اور پھر تمہارے پاس ثبوت نہ ہو۔ اگر یہاں دنیا کی کسی عدالت نے نہ بھی پوچھا، تو آخرت میں ایک عدالت آنے والی ہے، جہاں تجھ سے ضرور پوچھا جائے گا کہ فلاں بات جو تم نے کہی تھی تو ثبوت کے ساتھ کہی تھی یا محض سنی سنائی بات کہہ دی، تو امام بخاری رحمہ اللہ فرما رہے ہیں کہ تم "مولوی" بن کر جا رہے ہو، آج تمہارے سروں پر "دستار" بھی رکھی جائے گی، آج کے بعد تمہیں "عالم" کہا جائے گا، آج کے بعد تم "علماء" کے نمائندہ ہو گے، آج کے بعد تمہیں "وارثِ انبیاء" کہا جائے گا، اگر یہ سارے تاج تم نے اپنے سر پر رکھے ہیں تو پہلے اس بات کا جائزہ لینا کہ تمہارا عمل اور تمہارا قول اللہ کے ہاں تولا جائے گا، بات (زبان سے نکالنے سے پہلے سوچا کرو کہ یہ بات مجھے کہاں لے جائے گی (جنت میں یا دوزخ میں؟)۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ جب اُن سے کوئی سوال کرتا تو وہ ایک

لمحہ کیلئے خاموش رہا کرتے تھے، پھر جواب دیتے تھے، کسی نے پوچھ لیا کہ حضرت! ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ خاموش رہتے ہیں اور پھر تھوڑی دیر کے بعد جواب دیتے ہیں تو اُس وقت آپ کیا کرتے ہیں؟

فرمایا کہ: جواب دینے سے پہلے میں اپنے آپ کو جنت اور جہنم پر پیش کرتا ہوں، یہ سوچتا ہوں کہ یہ جواب مجھے جنت میں لے جائے گا یا جہنم میں؟ اگر یقین ہو جاتا ہے کہ میرا یہ جواب جنت میں لے جانے والا ہے تو بولتا ہوں ورنہ نہیں بولتا وَاَنَّ اَعْمَالَ بَنِیْٓ اٰدَمَ وَقَوْلَھُمْ یُوْزَنُ.

تو امام بخاری ؒ نے سمجھا دیا کہ آج جو تم دستار پہن کر اور عالم بن کر جا رہے ہو اور دنیا کے سامنے جا رہے ہو تو تمہاری ایک ایک ادا پر لوگ نظر رکھیں گے۔ تمہاری زبان سے نکلا ہوا ایک ایک حرف، تمہارے قلم سے نکلی ہوئی ایک ایک تحریر تلی ہوئی ہونی چاہیے، اس میں مبالغہ آرائی بھی نہ ہو، وہ قُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا کا مظہر ہو، بس یہی سبق دے رہے امام بخاری ؒ ہمیں۔ اگر ہم نے یہ سبق لے لیا تو پھر ان شاء اللہ اللہ کی رحمت سے اخلاص کے ساتھ کام کریں گے تو فائدہ ہوگا۔ تم دنیا کی فکر نہ کرو کہ دنیا تعریف کرتی ہے یا مذمت کرتی ہے۔

یاد رکھو! دنیا کبھی کسی کی نہیں ہوئی؟ آج اگر تمہاری تعریف کر رہی ہے تو کل تمہارے اوپر تنقید بھی کرے گی، تو لوگوں کی فکر چھوڑ دو، مخلوق کی تعریف کی فکر چھوڑ دو، بس یہ دیکھو کہ میرا خالق اور مالک راضی ہے یا نہیں؟ اگر یہ کام کرو گے تو پھر تمہارے کلام میں تاثیر بھی ہوگی اور تم لوگوں کے دلوں پر اثر انداز ہو جاؤ گے۔

آج کل ہم کسی کی مخالفت میں جذبات میں آجاتے ہیں تو بسا اوقات اعتدال کا راستہ چھوڑ دیتے ہیں، اس لیے اپنے اندر اس بات کی فکر کر لیں کہ ہمارے "اعمال" بھی تولے جائیں گے اور "اقوال" بھی تولے جائیں گے۔

اور اقوال کے تولے جانے پر استدلال کیا ہے حضرت امام بخاری ؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کلمتان حبیبتان الی الرحمن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم سے کہ یہ کلمے ایسے ہیں کہ زبان پر تو ہلکے ہیں، رحمان کو محبوب ہیں اور میزانِ عدل میں اِن کا وزن بہت ہے۔

ایک کلمہ سبحان اللہ کہنے کا بہت بڑا وزن ہے، اور اس کے ساتھ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم کہنے کا، اتنا وزن کیسے ہے؟ اس کی حقیقت تو ان شاء اللہ آخرت میں ہی نظر آئے گی۔

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری ؒ فرمایا کرتے تھے، جنت کی نعمتوں میں ایک بڑی نعمت

اور جنت کی لذتوں میں ایک بہت بڑی لذت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ حقائقِ اشیاء وہاں منکشف فرمادیں گے۔ آج ہم نے تدریجاً مان تولیا کہ "سبحان اللہ" کہنے سے میزانِ عدل کا پلڑا آدھا بھر جاتا ہے، لیکن کیوں اور کیسے بھرتا ہے، اس میں کیا لکھا ہے، اس میں کیا راز پنہاں ہے یا کیا معرفت پنہاں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میزان کا پلڑا بھر جاتا ہے، کیوں بھر جاتا ہے؟ ہمیں اس کی حقیقت آج معلوم نہیں ہوسکتی کہ اِس میں کیا انوار اور برکات ہیں؟ وہاں جاکر یہ حقیقت کھل جائے گی، ان شاء اللہ۔

سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم کے بارے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ "سبحان اللہ وبحمدہٖ" میں باری تعالیٰ کے جمال کا اقرار ہے۔ سبحان اللہ کا معنی ہے کہ اللہ رب العزت کی ذات ہر عیب سے پاک ہے، اس کی بھیجی ہوئی کتاب بھی ہر عیب سے پاک ہے، اس کی پرکھی ہوئی شریعت بھی ہر عیب سے پاک ہے، اُس کے بھیجے ہوئے پیغمبر بھی ہر عیب سے پاک ہیں، اللہ کی ہر صفت عیب سے پاک ہے، اُس کا ہر عمل عیب سے پاک ہے، تو جو ذات ایسی پاک ہو کہ اس میں کوئی عیب ہی نہیں، "عیب" کا کوئی چھوٹا سا داغ بھی اُس میں نہیں، اور اُسی کے ساتھ "بحمدہٖ" بھی ہے۔

میں اپنے طلبہ سے کہا کرتا ہوں کہ وبحمدہٖ کی جگہ "والحمدللہ" نہیں فرمایا، اس کی وجہ کیا ہے، ترکیب کرنے والے بھی مشکل میں پھنس گئے، کہ سبحان اللہ کے بعد "وبحمدہٖ"؟ تو اس کے ساتھ عبارت محذوف نکالنی پڑی کہ "مُتَلَبِّسًا بِحَمْدِہٖ" اس کی کیا وجہ ہے، تو میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ مثلاً آپ اگر کسی کے بارے میں یہ کہیں کہ "یہ آدمی بُرا نہیں ہے" (لَا بَأْسَ بِہٖ) تو یہ کوئی تعریف تو نہیں ہوئی۔

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ ایک عالم گزرے ہیں، میں نے ایک سلفی عالم سے ان کا تذکرہ کیا کہ انہوں نے میری ایک کتاب کا مقدمہ بھی لکھا ہے، ان اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ تو انہوں نے کہا "لاباس بہ" محدثین حضرات رحمہم اللہ بھی جب کسی راوی کے بارے میں ہلکا سا تبصرہ کرتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں: "لاباس بہ"

تو اگر "سبحان اللہ" کے معنی بھی "لاباس بہ" کے ہوجائیں تو یہ کوئی تعریف نہ ہوئی، ایک طرف تو "سبحان اللہ" کہہ رہا ہے تو فوراً یہ کہا کہ "مُتَلَبِّسًا بِحَمْدِہٖ" یعنی جس وقت میں اللہ کی تنزیہ بیان کرتا ہوں، ٹھیک اُسی وقت اُس کے کمالات کی تعریف بھی کرتا ہوں، بیچ میں کوئی وقفہ نہیں ہے، اگر عطف ہوتا تو چونکہ عطف میں وقفہ ہوتا ہے، "سبحان اللہ والحمد للہ" کی صورت میں معنی یہ ہوتا ہے کہ پہلے سبحان اللہ ہے اور پھر الحمد للہ ہے، جبکہ یہاں وقفہ نہیں ہے، "سبحان اللہ متلبسًا بحمدہٖ"، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ٹھیک اُسی آن میں جس آن میں میں تسبیح وتنزیہ کررہا ہوں، اُسی آن میں اُس کی حمد بھی بیان کررہا ہوں، اس کی تسبیح کو اُس کی تحمید سے یہاں الگ بھی

نہیں کیا جاسکتا، وہ ایسے کمالات کی جامع ذات ہے تو پھر اُس سے ''محبت'' ہوگی یا نہیں ہوگی؟ کیونکہ محبت تو کسی کے ''کمالات'' کی وجہ سے ہوتی ہے، کبھی 'جمال' کی وجہ سے ہوتی ہے اور کبھی ''نوال'' کی وجہ سے بھی ہوتی ہے، لہٰذا جب وہ ذات تمام کمالات کی جامع ہے تو اُس سے محبت ضرور ہوگی۔

جب آپ ''سبحان للّٰه وبحمدهٖ'' کہوگے اور کہتے رہوگے تو اللہ تعالیٰ سے محبت ہو ہی جائے گی، اور ''سبحان اللّٰه العظيم'' میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت جلال ہے، ''سبحان اللّٰه وبحمدهٖ'' میں جمال تھا اور یہاں ''سبحان اللہ العظیم'' میں جلال ہے، عظمت ہے اور ''کبریائی'' ہے۔ اُس عظمت وجلال کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ آدمی پر رُعب پیدا ہو اور اُس میں خوف ہو، وہ بڑی عظمت والی اور کبریائی والی ذات ہے تو اُس کا رعب ہوگا، اُس کا خوف ہوگا۔

خشیت الٰہیہ کیا ہے؟

جب محبت اور خوف دونوں مل جاتے ہیں تو اِسی کا نام ''خشیت'' ہے۔ فرمایا: اِنَّمَا يَخۡشَى اللّٰهَ مِنۡ عِبَادِهِ الۡعُلَمٰٓؤُا کہ ''خشیت'' جو ہے ناں! یہ کسی ذات کی عظمت کی وجہ سے ہوتی ہے، اور اس کے ساتھ محبت کی وجہ سے، یہ نہیں ہوتا کہ اگر کوئی آدمی اپنے باپ، استاذ یا شیخ سے جو محبت کرتا ہے، ان کی تعظیم کرتا ہے، اور ہر اُس بات سے بچتا ہے کہ جو انہیں ناگوار ہو، لیکن استاذ نے والد نے اور شیخ نے کبھی ڈانٹا بھی نہیں، مارا بھی نہیں، لیکن ایک بیٹے کو، شاگرد کو اور مرید کو اپنے شیخ کی عظمت کی وجہ سے اور محبت کی وجہ سے یہ خیال ہوتا ہے کہ میرا کوئی عمل اِن کی ناگواری کا سبب نہ بن جائے۔ اب جو آدمی یہ کلمات کہتا رہے گا، کہتا رہے گا تو ان شاء اللہ اس کے دل میں اللہ جل جلالہٗ کی خشیت بھی پیدا ہو جائے گی جو کہ دراصل ''علم'' کا اصل مقصود ہے۔

اِسی لیے حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص (صبح وشام) سو مرتبہ یہ کلمات پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اُس کے تمام گناہ معاف فرما دیتے ہیں اگرچہ وہ پہاڑ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ تو بھائی! اگر یہ سبق ہم لے جائیں آج، تو کامیابی ہی کامیابی ہے، یہ کلمات یہ سوچ کر پڑھیں کہ ان سے اللہ جل جلالہٗ کی محبت اور اس کا خوف پیدا ہو رہا ہے، اور اس خوف اور محبت سے ''خشیت'' پیدا ہوتی ہے، ''الایمان بین الخوف والرجاء'' تو ان شاء اللہ ہماری زندگی سنور جائے گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور میں مبارکباد دیتا ہوں اُن طلبہ کو جو اِس سال فارغ ہو رہے ہیں، ان کے اساتذہ کرام کو جنھوں نے ان کو تیار کیا، ان کے گھر والوں کو اور ان کے رشتہ داروں کو اِن کا عالم بننا باعثِ ناز ہے، باعثِ امتیاز ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کے علم کو مبارک بنائے۔

اللہ تعالیٰ دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کرنے والوں کو علم صحیح اور عمل نافع عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰه رب العالمين

رسول کریم ﷺ اور روح الامین علیہ السلام کی محبتیں اور ربانی عنایتیں

تحریر: محترم محمد عبداللہ صدیقی العرفانی صاحب (کراچی)

محبوبِ کبریا، نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اپنے حبیب، پیغام بردار اور حضرت جبریل علیہ السلام کی شان میں فرماتے ہیں میرے محب اور محبوب جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مراسیلِ محبت اور پیغامات رب العالمین اور آیات بینات کا واسطہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے۔ آپ ﷺ سراپا محبت تو تھے ہی لیکن آپ ﷺ کو اور رسولِ رحمت ہونے کے ناطے تمام انسانوں اور مخلوقات کے ساتھ ساتھ نورانی مخلوق فرشتوں اور خصوصاً حضرت جبریل علیہ السلام سے بہت پیار رکھتے تھے۔ امام الملائکہ حضرت جبریل علیہ السلام کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جبریل علیہ السلام میرے محبوب ہیں اور وہ میرے صدیق ہیں، وہ میرے ولی ہیں۔ ان کو ہی یہ مقام ملا کہ وہ سارے نبیوں کے دوست ہیں۔ میرے بھی محبوب و خلیل ہیں۔ میرے دل میں ان کا احترام اس لیے ہے کہ وہ میرے محبوب اور الرفیق الاعلیٰ (اللہ تعالیٰ) کا کلام لیکر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد ﷺ! جبریل علیہ السلام نے ہی اللہ کے حکم سے آپ ﷺ کے دل پہ وہ کلام اتارا ہے جو اس سے پہلے نازل شدہ تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔

☆...... وہ میرے محبوب (اس لیے بھی ہیں کہ) انہوں نے مجھے رب العالمین کے کلام سے آشنا کیا۔

☆...... ان سے میں کیوں نہ محبت کروں کہ وہی میرے اور میرے محبوبِ اکبر خالق و معبود جل جلالہ کے درمیان واسطہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ ان سے ہی معلوم ہوا کہ میں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوں۔ ان کے وہ چند پیغامات سنئے جن میں وہ میرے محبوبِ رب ہونے کی خبر دیتے ہیں۔ ایک دن وہ میرے پاس آئے اور کہا کہ اے محمد! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سلام کہا ہے اور یہ پیغام دیا ہے:

☆...... اے میرے محبوب حبیب! میں نے حسنِ یوسف (علیہ السلام) کو اپنی کرسی کے نور کا

لباس پہنایا جبکہ آپ ﷺ کے چہرے کو اپنے نورِ عرش سے منور کیا۔ آپ ﷺ سے زیادہ حسین میں نے کسی کو نہیں بنایا ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا: اے جبریل زمین پر جاؤ اور سرکش شیاطین کو قید کرو کہ وہ میرے ماننے والوں کی روزی کو خراب نہ کریں۔

☆...... میں نے پوچھا اے جبریل علیہ السلام! اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل کیسے بنایا؟ فرمایا: وہ لوگوں کو کھانا کھلاتے سب کو وہ دیتے تھے اور خود کسی سے نہ لیتے تھے، لیکن آپ تو اللہ کے خلیل ہونے کے ساتھ اُس کے محبوب بھی ہیں۔ اے محمد ﷺ! اللہ جل شانہٗ نے آپ ﷺ کو سلام فرمایا اور یہ پیغام دیا ہے کہ میں نے اگر ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل اور موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا ہے تو آپ کو اپنا محبوب قرار دیا ہے میری عزت وجلال کی قسم ہے۔ میں اپنے خلیل سے زیادہ آپ کو درجہ دوں گا۔

☆...... ایک دن جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا اللہ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ اے جبریل! میرے محبوب ﷺ کو یہ خوشخبری سنا دو کہ امت کے کسی مسئلے میں ان کی گرفت نہ ہوگی۔ اور جنت سارے انسانوں کیلئے اس وقت کھولی جائیگی جب آپ کو ماننے والے جنت میں داخل ہوچکے ہونگے۔ اے حبیب اللہ! جب تک آپ اور آپ امتی داخلِ جنت نہ ہوجائینگے اس وقت تک نہ کوئی نبی وہاں جاسکے گا اور نہ کوئی امتی کسی امت کا جاسکے گا۔ میں چاہتا ہوں آخری وقت میں بھی وہ میرے ساتھ ہوں اسلئے وصیت کرتا ہوں کہ جب میرا وصال ہو تم اے میرے صحابہ مجھے نہلا اور کفنا لو تو سب سے پہلے حضرت جبریل جو میرے محبوب ہیں وہ اپنی (فرشتوں کی) جماعت کے ساتھ آئیں اور میرا جنازہ پڑھیں، پھر میکائل، اسرافیل علیہم السلام اپنی بڑی بڑی افواج کے ساتھ جنازہ (صلوٰۃ والسلام پڑھیں گے) نبی اکرم ﷺ کی یہ خواہش پوری ہوئی۔

☆☆☆☆☆

رمضان المبارک اور قرآن کریم

محترم جناب قاری زبیر احمد اکمل صاحب (لاہور)

ماہ رمضان کی فضیلت کیلئے یہ بات کافی ہے کہ اسی ماہِ مبارک کی ایک بابرکت رات میں قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی رہنمائی کیلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم آسمان دنیا پر نازل فرمایا جس سے استفادہ کی بنیادی شرط بھی تقویٰ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد قرآن کریم میں ہے: (ذٰلِکَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ) یہ کتاب ایسی ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں، یہ ہدایت ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لئے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق قرآن کریم سے سب سے زیادہ فائدہ متقی شخص ہی اٹھا سکتا ہے، یعنی قرآن کریم سے استفادہ کی بنیادی شرط تقویٰ ہے۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں روزوں کی فرضیت کا مقصد بتاتے ہوئے فرمایا: لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ یعنی تم پر روزے فرض کئے گئے تاکہ تم متقی بن جاؤ، غرض نزولِ قرآن اور فرضیتِ روزہ کے بنیادی مقاصد میں تقویٰ مشترک ہے۔

ماہ رمضان کا قرآن کریم سے خاص تعلق:

قرآن کریم کو رمضان المبارک سے خاص تعلق اور گہری خصوصیت حاصل ہے۔ چنانچہ رمضان المبارک میں اس کا نازل ہونا، حضور اکرم ﷺ کا رمضان المبارک میں تلاوتِ قرآن کا شغل نسبتاً زیادہ رکھنا، حضرت جبرئیل علیہ السلام کا رمضان المبارک میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ قرآن کریم کا دَور کرنا، تراویح میں ختم قرآن کا اہتمام کرنا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور بزرگان دین رحمہم اللہ کا رمضان میں تلاوت کا خاص اہتمام کرنا، یہ سب امور اس خصوصیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ لہٰذا اس ماہ میں کثرت سے تلاوتِ قرآن میں مشغول رہنا چاہئے۔

ماہ رمضان کا قرآن کریم سے خاص تعلق ہونے کی سب سے بڑی دلیل قرآن کریم کا ماہ رمضان میں نازل ہونا ہے۔ اس مبارک ماہ کی ایک بابرکت رات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے لوح محفوظ سے سماء دنیا پر قرآن کریم نازل فرمایا اور اس کے بعد حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا حضور نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوتا رہا اور تقریباً ۲۳ سال کے عرصہ میں قرآن کریم کا نزول مکمل ہوا۔ قرآن کریم کے علاوہ تمام صحیفے بھی رمضان میں نازل ہوئے جیسا کہ مسند احمد میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مصحف ابراہیمی اور تورات زبور وانجیل سب کا نزول رمضان ہی میں ہوا ہے۔ نزول قرآن اور دیگر مقدس کتب وصحائف کے نزول میں فرق یہ ہے کہ دیگر کتابیں جس رسول و نبی پر نازل ہوئیں ایک ساتھ ایک ہی مرتبہ میں، جبکہ قرآن کریم لوح محفوظ سے پہلے آسمان پر رمضان کی مبارک رات یعنی لیلۃ القدر میں ایک بار نازل ہوا اور پھر تھوڑا تھوڑا حسب

ضرورت نازل ہوتا رہا۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ. وَمَآ اَدۡرٰكَ مَا لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ. لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ. تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوۡحُ فِیۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ مِّنۡ كُلِّ اَمۡرٍ سَلٰمٌ، هِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ. بے شک ہم نے قرآن کریم کو شب قدر میں اتارا ہے، یعنی قرآن شریف کو لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اِس رات میں اتارا ہے۔ آپ کو کچھ معلوم بھی ہے کہ شب قدر کیسی بڑی چیز ہے، یعنی اس رات کی بڑائی اور فضیلت کا آپ کو علم بھی ہے کہ کتنی خوبیاں اور کس قدر فضائل اس میں ہیں؟ اس کے بعد چند فضائل کا ذکر فرماتے ہیں، شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، یعنی ہزار مہینوں تک عبادت کرنے کا جتنا ثواب ہے اس سے زیادہ شب قدر کی عبادت کا ہے اور کتنا زیادہ ہے؟ یہ اللہ ہی جانتے ہیں اس رات میں فرشتے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر زمین کی طرف اترتے ہیں۔ اور یہ خیر و برکت فجر کے طلوع ہونے تک رہتی ہے۔ گویا لیلۃ القدر کی عظمت وسلامتی کی وجہ بھی نزول قرآن کریم ہے

دوسری جگہ ارشاد ہے اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ہم نے اس کتاب کو ایک مبارک رات میں اتارا ہے اور سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا میں یہ مضمون صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ غرض قرآن وحدیث میں واضح دلائل ہونے کی وجہ سے امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ قرآن کریم لوح محفوظ سے سماء دنیا پر رمضان کی مبارک رات میں ہی نازل ہوا، اس طرح رمضان اور قرآن کریم کا خاص تعلق روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے۔

رمضان المبارک کا قرآن کریم کے ساتھ خاص تعلق کا مظہر نماز تراویح بھی ہے۔ احادیث میں وارد ہے کہ ہر سال ماہ رمضان میں آپ ﷺ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کے نازل شدہ حصوں کا دور کرتے تھے۔ جس سال آپ ﷺ کا انتقال ہوا اس سال آپ ﷺ نے دوبار قرآن کریم کا دور فرمایا۔ (بخاری ومسلم) نماز تراویح آپ ﷺ نے شروع فرمائی اور مسجد میں باجماعت اس کو ادا بھی فرمایا لیکن اس خیال سے اس کو ترک کردیا کہ کہیں امت پر واجب نہ ہو جائے اور پھر امت کے لئے اس کو ادا کرنے میں مشقت ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (رمضان کی) ایک رات مسجد میں نماز تراویح پڑھی۔ لوگوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر دوسری رات کی نماز میں شرکاء زیادہ ہو گئے، تیسری یا چوتھی رات آنحضرت ﷺ نماز تراویح کے لئے مسجد میں تشریف نہ لائے اور صبح کو فرمایا کہ میں نے تمہاری رغبت کو جان لیا تھا میں اس ڈر سے نہیں آیا کہ کہیں یہ نماز تم پر رمضان میں فرض نہ کر دی جائے۔ (مسلم)

تاہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قیام رمضان کی ترغیب بھی دی اور فضیلت بھی بیان فرمائی کہ جو شخص رمضان کی راتوں میں نماز (تراویح) پڑھے اور وہ ایمان کے دوسرے تقاضوں کو بھی پورا کرے اور ثواب کی نیت سے یہ عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ گناہ معاف

فرمادیں گے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات تک یہی عمل رہا، دورِ صدیقی اور ابتداءِ عہد فاروقی میں بھی یہی عمل رہا۔ (مسلم) صحیح مسلم کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ میں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں نماز تراویح جماعت سے پڑھنے کا کوئی اہتمام نہیں تھا، صرف ترغیب دی جاتی تھی اور انفرادی طور پر نماز تراویح پڑھی جاتی تھی۔ البتہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یقیناً تبدیلی ہوئی، اس تبدیلی کی وضاحت محدثینؒ، فقہاءؒ اور علماء کرامؒ نے فرمائی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں عشاء کے فرائض کے بعد وتروں سے پہلے پورے رمضان باجماعت نماز تراویح شروع ہوئی، نیز قرآن کریم ختم کرنے اور رمضان میں وتر باجماعت پڑھنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ سعودی عرب کے نامور عالم، مسجد نبوی کے مشہور مدرس اور مدینہ منورہ کے (سابق) قاضی الشیخ عطیہ محمد سالم رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۹۹) نے نماز تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ پر عربی زبان میں ایک کتاب (التراویح اکثر من الف عام فی المسجد النبوی) تحریر کی ہے جس میں تمام دلائل اور اعتراضات وجوابات کو بڑے احسن انداز میں جمع کیا ہے۔۔

قرآن کریم اور رمضان کے درمیان چند مشترک خصوصیات:

قرآن اور رمضان کی پہلی اہم مشترک خصوصیت تقویٰ ہے، جیسا کہ قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں ذکر کیا گیا۔ دوسری مشترک خصوصیت شفاعت ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ روزہ اور قرآن کریم دونوں بندہ کے لئے شفاعت کرتے ہیں۔ روزہ عرض کرے گا کہ یا اللہ! میں نے اس کو دن میں کھانے پینے سے روکے رکھا، میری شفاعت قبول کر لیجئے، اور قرآن کہتا ہے کہ یا اللہ میں نے رات کو اس کو سونے سے روکا، میری شفاعت قبول کر لیجئے، پس دونوں کی شفاعت قبول کر لی جائے گی۔ (مسند احمد)

تیسری مشترک خصوصیت قرب الٰہی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت کے وقت اللہ تعالیٰ سے خاص قرب حاصل ہوتا ہے، ایسے ہی روزہ دار کو بھی اللہ تعالیٰ کا خاص قرب حاصل ہوتا ہے کہ روزہ کے متعلق حدیث قدسی میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں خود ہی روزہ کا بدلہ ہوں۔

چوتھی مشترک خصوصیت قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہونے کی وجہ سے خصوصی نسبت حاصل ہے اسی طرح روزہ دار بھی صبح صادق سے افطار تک کھانے پینے سے رک جاتا ہے اور عارضی طور پر اللہ تعالیٰ کی صفات لازمہ (کھانے پینے سے پاک ہونا) سے نسبت ہو جاتی ہے اور یہ نسبت اللہ تعالیٰ کے ہاں خصوصی قرب واجر کا باعث بن جاتی ہے۔

پانچویں خصوصیت یہ ہے روزہ کے ذریعے دل کا برتن مانجھا جاتا ہے اور پھر تلاوت کے ذریعے قرآن کریم کا نور دل میں ڈالا جاتا ہے۔

فرمادیں گے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات تک یہی عمل رہا، دورِ صدیقی اور ابتداءِ عہد فاروقی میں بھی یہی عمل رہا۔ (مسلم) صحیح مسلم کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ میں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دورِ خلافت میں نماز تراویح جماعت سے پڑھنے کا کوئی اہتمام نہیں تھا، صرف ترغیب دی جاتی تھی اور انفرادی طور پر نماز تراویح پڑھی جاتی تھی۔ البتہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یقیناً تبدیلی ہوئی، اس تبدیلی کی وضاحت محدثینؒ، فقہاءؒ اور علماء کرامؒ نے فرمائی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں عشاء کے فرائض کے بعد وتروں سے پہلے پورے رمضان باجماعت نماز تراویح شروع ہوئی، نیز قرآن کریم ختم کرنے اور رمضان میں وتر باجماعت پڑھنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ سعودی عرب کے نامور عالم، مسجد نبوی کے مشہور مدرس اور مدینہ منورہ کے (سابق) قاضی الشیخ عطیہ محمد سالم رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۹۹) نے نماز تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ پر عربی زبان میں ایک کتاب (**التراويح اكثر من الف عام فى المسجد النبوى**) تحریر کی ہے جس میں تمام دلائل اور اعتراضات وجوابات کو بڑے احسن انداز میں جمع کیا ہے۔۔

قرآن کریم اور رمضان کے درمیان چند مشترک خصوصیات:

قرآن اور رمضان کی پہلی اہم مشترک خصوصیت تقویٰ ہے، جیسا کہ قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں ذکر کیا گیا۔ دوسری مشترک خصوصیت شفاعت ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ روزہ اور قرآن کریم دونوں بندہ کے لئے شفاعت کرتے ہیں۔ روزہ عرض کرے گا کہ یا اللہ! میں نے اس کو دن میں کھانے پینے سے روکے رکھا، میری شفاعت قبول کر لیجئے، اور قرآن کہتا ہے کہ یا اللہ میں نے رات کو اس کو سونے سے روکا، میری شفاعت قبول کر لیجئے، پس دونوں کی شفاعت قبول کر لی جائے گی۔ (مسند احمد)

تیسری مشترک خصوصیت قرب الٰہی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت کے وقت اللہ تعالیٰ سے خاص قرب حاصل ہوتا ہے، ایسے ہی روزہ دار کو بھی اللہ تعالیٰ کا خاص قرب حاصل ہوتا ہے کہ روزہ کے متعلق حدیث قدسی میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں خود ہی روزہ کا بدلہ ہوں۔

چوتھی مشترک خصوصیت قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہونے کی وجہ سے خصوصی نسبت حاصل ہے اسی طرح روزہ دار بھی صبح صادق سے افطار تک کھانے پینے سے رک جاتا ہے اور عارضی طور پر اللہ تعالیٰ کی صفات لازمہ (کھانے پینے سے پاک ہونا) سے نسبت ہو جاتی ہے اور یہ نسبت اللہ تعالیٰ کے ہاں خصوصی قرب واجر کا باعث بن جاتی ہے۔

پانچویں خصوصیت یہ ہے روزہ کے ذریعے دل کا برتن مانجھا جاتا ہے اور پھر تلاوت کے ذریعے قرآن کریم کا نور دل میں ڈالا جاتا ہے۔

اسلاف کا ماہِ رمضان میں تلاوتِ قرآن کا خاص اہتمام:

کتب کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ صحابہ کرام ﷢ وتابعین وتبع تابعین ﷭ رمضان المبارک میں قرآن کریم کے ساتھ خصوصی شغف رکھتے تھے۔ بعض اسلاف واکابرین کے متعلق یہاں تک تحریر ہے کہ وہ رمضان المبارک میں دیگر مصروفیات چھوڑ کر صرف اور صرف تلاوت قرآن کریم ﷺ میں دن اور رات کا وافر حصہ صرف کرتے تھے۔ امام مالک ﷫ جنہوں نے حدیث کی مشہور کتاب موطا مالک تحریر فرمائی ہے، جو مشہور فقیہ ہونے کے ساتھ ایک بڑے محدث بھی ہیں لیکن رمضان شروع ہونے پر حدیث پڑھنے پڑھانے کے سلسلہ کو بند کر کے دن اور رات کا اکثر حصہ تلاوتِ قرآن میں لگاتے تھے۔ اسلاف سے منقول ہے کہ وہ ماہ رمضان اور خاص کر آخری عشرہ میں تین دن یا ایک دن میں قرآن کریم مکمل فرماتے تھے۔ امام نووی ﷫ نے کتاب ''الاذکار'' میں ایسے شیوخ کا ذکر فرمایا ہے جو ایک رکعت میں قرآن کریم ختم فرماتے تھے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رمضان میں ساٹھ قرآن مجید تلاوت فرماتے آپ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی اور آپ نے سات ہزار مرتبہ زندگی میں قرآن پاک مکمل کیا (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال) منصور بن زاذانؒ افطاری کے بعد سحری تک دو قرآن پاک مکمل کرتے تھے، شمس الدین بن احمد بن عثمان ترکستانی کی روانی کا یہ عالم تھا کہ فجر سے لیکر عصر تک پانچ قرآن مجید تلاوت کرتے تھے (شذرات الذھب) امام بخاری رمضان میں روزانہ ایک قرآن پاک تلاوت کرتے اور افطار کے وقت دعا کرتے تھے کہ اسوقت دعا قبول ہوتی ہے۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ﷫ ایک قرآن کریم دن میں اور ایک رات میں تلاوت فرماتے تھے (بزم صوفیہ) شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا ﷫ کی دادی صاحبہ رمضان المبارک میں چالیس قرآن پاک تلاوت کرتی تھیں اور خود حضرت شیخ ﷫ کا معمول اس سے بھی زیادہ تھا ایک مرتبہ اکسٹھ بار قرآن پاک کی تلاوت کی رمضان میں سعادت حاصل کی۔ لہذا اس مبارک مہینہ میں زیادہ سے زیادہ اپنا وقت قرآن کریم کی تلاوت میں لگائیں جس طرح جمعۃ المبارک کا خاص وظیفہ درود پاک ہے اسی طرح رمضان المبارک کا خاص وظیفہ قرآن مجید کی تلاوت ہے اللہ کریم اپنے فضل سے ہمیں بھی رمضان المبارک میں زیادہ سے زیادہ تلاوتِ قرآن کریم کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔

جامعہ خیر المدارس کے دارالافتاء سے جاری شدہ استفتاء اور اس کا جواب

طلاق کے مسائل

مفتی محمد عبداللہ صاحب (رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان)

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے طلاق کی نیت سے ’’تو میری بیوی نہیں (لَسْتِ لِیْ بامرأۃٍ)‘‘ کہا تو اس سے طلاق رجعی ہوگی یا بائن؟ علامہ شامی، علامہ زین الدین ابن نجیم اور علامہ عمر ابن نجیم رحمہم اللہ نے رجعی لکھا ہے اور اسی طرح احسن الفتاوی میں بھی رجعی لکھا ہے۔

قال العلامة زين الدين بن نجيم رحمه الله تعالىٰ: (قوله: وتطلق بلست لى بامرأة أو لست لک بزوج إن نوى طلاقا) يعنى وكان النكاح ظاهرا وهذا عندأبى حنيفة لأنها تصلح لإنشاء الطلاق كما تصلح لإنكاره فيتعين الأول بالنية وقالا لا تطلق، وإن نوى لكذبه ودخل فى كلامه ماأنت لى بامرأة وما أنا لک بزوج ولا نكاح بينى وبينک وقوله: صدقت فى جواب قولها لست لى بزوج كما فى المحيط وخرج عنه لم أتزوجک أو لم يكن بيننا نكاح ووالله ماأنت لى بامرأة وقوله؛ لا عند سؤاله بقوله ألک امرأة وقوله؛ لا حاجة لى فيک كما فى البدائع ففى هذه الألفاظ لايقع، وإن نوى عند الكل ولكن فى المحيط ذكر من الوقوع قوله لا عند سؤاله قال: ولو قال: لانكاح بيننا يقع الطلاق، والأصل أن نفى النكاح أصلا لا يكون طلاقا بل يكون جحودًا ونفى النكاح فى الحال يكون طلاقا إذا نوى وما عداه فالصحيح انه على هذا الخلاف قيد بالنية لأنه لايقع بدون النية اتفاقا لكونه من الكنايات ولا يخفى أن دلالة الحال تقوم مقامها حيث لم يصلح للرد، والشتم ويصلح للجواب فقط وقدمنا أن الصالح للجوابِ فقط ثلاثة الفاظ ليس هذا منها فلذا شرط النية للإشارة إلى أن دلالة الحال هنا لاتكفي وأشار بقوله؛ تطلق إلى أن الواقع بهذه النكاية رجعي وقيدنا بظهور النكاح لأنه لو قال: ماأنت لى بزوجة وأنت طالق لا يكون إقرارا بالنكاح لقيام القرينة المتقدمة على انه ماأراد

بالطلاق حقيقته كما في البزازية أول كتاب النكاح فالنفي لا يقع به بالأولى.

(البحر الرائق ۵۳۱/۳، ط: رشيديه)

وقال سراج الدين عمر ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ: (وتطلق) رجعيا (بلست لي امرأة أو) كذا بقوله: (لست لك بزوج) أو ما أنا لك بزوج (إن نوى طلاقا) عند الإمام وقالا: لا يقع لأن نفي النكاح ليس طلاقا بل كذب محض ولا أن اللفظ يحتمل لأني طلقتك كما يحتمل لأني لم أتزوجك فيتعين الأول بالنية.

(النهر الفائق ۳٦۲/۲، ط ، رشيديه)

وقال العلامة علاء الدين محمد بن علي الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: لست لك بزوج أو لست لي بامرأة، أو قالت له لست لي بزوج فقال صدقت طلاق إن نواه خلافا لهما.

وقال محمد أمين بن عمر ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: (قوله طلاق إن نواه) لأن الجملة تصلح لإنشاء الطلاق كما تصلح لإنكاره فيتعين الأول بالنية وقيد بالنية لأنه لا يقع بدونها اتفاقا لكونه من الكنايات، وأشار إلى أنه لا يقوم مقامها دلالة الحال لأن ذلك فيما يصلح جوابا فقط وهو ألفاظ ليس هذا منها ، وأشار بقوله طلاق إلى أن الواقع بهذه الكناية رجعي، كذا في البحر من باب الكنايات (رد المحتار ۴۹۱/۲، ط : رشيديه قديم)

جبکہ علامہ محمد بن فراموز ملا خسرو، فقیہ ابو اللیث سمرقندی اور علامۃ ابو یعقوب یوسف الجرجانی رحمہم اللہ نے طلاق بائن واقع ہونا تحریر فرمایا ہے۔ وقال العلامة محمد بن فراموز ملا خسرو رحمه الله تعالىٰ: (لست لي بامرأة) يعني أن قول الزوج لامرأته لست لي بامرأة، (و) كذا وله لها أنا (لست لك) بزوج (طلاق بائن إن نواه)، وقال لا يكون طلاقا؛ لأنه نفي النكاح وهو لا يكون طلاقا، بل كذبا لكون الزوجية معلومة فصار كما لو قال لم أتزوجك أو سئل هل لك امرأة فقال لا ونوى الطلاق لا يقع فكذا هنا وله أن هذه الألفاظ تصلح لإنكار النكاح وتصلح لإنشاء الطلاق ألا يرى أنه يجوز أن يقول ليست لي بامرأة، لأني طلقتها كما يجوز أن يقول ليست بامرأة، لأني ماتزوجتها فإذا نوى به الطلاق فقد نوى محتمل لفظه فيصح كما لو

قال لانكاح بيني وبينك (درر الحكام ۱۶۳/۲، ط : رشيديه)

وقال العلامة الفقيه ابو الليث السمرقندى رحمه الله تعالىٰ: واما الكنايات فهى الثنا واربعون لفظا ثلاثه منها يقع رجعيا (۱) قوله اعتدى (۲) استبرئى رحمك (۳) انت واحدة................ (۲۷) لست بامرأتى (۲۸) لست بزوج لک (۲۹) ما انا بزوج لک (خزانة الفقه ۱۱۷، ط: اسلاميه)

وقال العلامة ابو يعقوب يوسف بن على الجرجانى رحمه الله تعالىٰ: وذكر فى الهارونى ما انت لى بامرأة او ما ان لک بزوج او ما انت امرأتى او قد صرت غير امرأتى ونوى طلاقا فهو طلاق بائن وان نوى ثلاثا فهو ثلاث هذا كله قول ابى حنيفة (خزانة الاكمل ۶۵۹/۱، ط : دار الكتب)

وقال شمس الأئمة محمد بن أحمد السرخسى رحمه الله تعالىٰ: (قال) وإن قال لامرأته لست لى بامرأة ينوى الطلاق فهو كما وصفت لک فى الخلية والبرية فى قول أبى حنيفة رحمه الله تعالىٰ، وقال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله تعالىٰ لاتطلق وها ليس بشىء لحديث عمر بن الخطاب ؓ قال إذا سئل الرجل ألک امرأة؟ فقال لا فإنما هى كذبة وهذا المعنى أنه نفى نكاحها ونفى الزوجية لايكون طلاقا بل يكون كذبا منه لما كانت الزوجية بينهما معلومة كما لو قال لامرأة والله مالنت لى بامرأة أو على حجة إن كانت لى امرأة أو مالى امرأة، أو قال لم أتزوجک لم يقع الطلاق بهذه الألفاظ وإن نوى وأبو حنيفة رحمه الله تعالى، يقول قوله لست لى بامرأة كلام محتمل أى لست لى بامرأة لأنى فارقتک أو لست لى بامرأة لأنک لم تكونى فى نكاحى وموجب الكلام المحتمل يتبين بنيته فلا تكون هذه الأ لفاظ طلاقا بغير النية ونية الطلاق تعمل فيه لأنه من محتملا ته كما فى قوله خلية برية، (المبسوط ۸۶/۶، ط: احياء التراث)

اب پوچھنا یہ ہے کہ ''تو میری بیوی نہیں (لست لی بامرأة وغیرہ)'' سے طلاق رجعی ہوگی یا بائن؟

مستفتی: محمد توقیر غفرلہ

فون: 0332-4734751,0303-2582038

الجواب

بندہ کی نظر میں علامہ شامیؒ، علامہ ابن نجیمؒ وغیرہ حضرات کی رائے درست معلوم ہوتی ہے۔
ان حضرات کے استدلال کا حاصل دو چیزیں ہیں، ① ''طلاق ان نواہ''
(درمختار مع الشامیہ، جلد:۲، صفحہ:۴۹۱)

اس پر علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: ''اشار بقوله طلاق الیٰ ان الواقع بهٰذه الكناية رجعی''
(شامیہ، جلد:۲، صفحہ:۴۹۱)

یعنی زیر بحث الفاظ ''لست لی بامرأة او لست لك بزوج'' کو بصورت نیت طلاق قرار دیا۔
اور اس کیلئے لفظ طلاق استعمال کیا۔ ''حرام یا بینونت'' کا لفظ استعمال نہیں کیا۔
الحاصل: لفظ طلاق سے تعبیر کرنے میں رجعی طلاق کی طرف اشارہ ہے ورنہ ''بائن'' یا ''حرمت'' کا لفظ مصنفؒ استعمال کرتے۔

''لست لك بزوج او لست لي بامرأة اوقالت له لست لی بزوج فقال صدقت طلاق ان نواه۔'' (درمختار مع الشامیہ، جلد:۲، صفحہ:۴۹۱)

۲۔ زیر بحث الفاظ دو معنوں کا احتمال رکھتے ہیں۔
①۔ تو میری بیوی نہیں کیونکہ میں نے تجھ سے نکاح ہی نہیں کیا۔ اس کا جھوٹ ہونا واضح ہے؛ کیونکہ نکاح پر شہادت شرعیہ بلکہ تمام حاضرین مجلس اور برادری کے لوگوں کی شہادت موجود ہے۔
''وكان النكاح ظاهراً۔'' (البحر الرائق، جلد:۳، صفحہ:۵۳۱)
②۔ دوسرا معنٰی اس کلام کا یہ ہے کہ ''لست لی بامرأة لانی طلقتك'' تو میری بیوی نہیں؛ کیونکہ میں نے تمہیں طلاق دیدی ہے۔ ''لانها تصلح لانشاء الطلاق كما تصلح لانكاره فيتعين الاوّل بالنية'' (البحر الرائق، جلد:۳، صفحہ:۵۳۱)

''لانی طلقتك'' کے الفاظ صریح ہیں۔ اور صریح الفاظ سے طلاق رجعی ہوتی ہے۔
ملا خسروؒ نے بھی ''لست لی بامرأة'' کا معنٰی ''لانی طلقتها'' کا کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:
''لایری انه یجوز ان یقول لست لی بامرأة لانی طلقتها كما یجوز ان یقول لست لی بامرأة لانی ماتزوجتها'' (درر الحکام، جلد:۲، صفحہ:۱۶۳)
جب یہ الفاظ طلاق صریح کو متضمن ہیں پھر بھی اسے بائن کہنا محل نظر ہے؛ کیونکہ ''اعتدی،

استبرئی رحمك انت واحدة'' سے جو بالاتفاق رجعی واقع ہوتی ہے اس کا سبب صرف یہی ہے کہ یہ طلاق صریح کو متضمن ہیں۔

''اعتدی لانی طلقت، استبرئی رحمك لانی قدطلقتك، انت واحدة ای انت طالق طلاقا واحدة'' أن بعض الکنایات قد یقع به الرجعی مثل اعتدی واستبرئی رحمك وأنت واحدة۔ قوله اعتدی أمر بالاعتداد الذی هو من العدة أو من العد: أی اعتدی نعمی علیك بدائع قوله واستبرئی أمر بتعرف برائة الرحم وهی طهارتها من الماء وأنه کنایة عن الاعتداد الذی هو من العدة۔ ویحتمل استبرئی لأطلقك بدائع قوله أنت واحدة أی طالق تطلیقة واحدة۔

(شامیہ مع الدر المختار، جلد:۳، صفحہ:۳۰۰)

وتقع رجعیة بقوله اعتدی واستبرئی رحمك وأنت واحدة وإن نوی أکثر۔ قوله "وتقع رجعیة وإن نوی البائن" قوله بقوله أعتدی لأنه من باب الإضمار: أی طلقتك فاعتدی أو اعتدی لأنی طلقتك ففی المدخول بها یثبت الطلاق وتجب العدة وفی غیرها یثبت الطلاق عملا بنیته ولا تجب العدة کذا فی التلویح وتمامه فی النهر قوله واستبرئی رحمك قدمنا عن البدائع أنه کنایة عن الاعتداد من العدة: فیقال فیه ما قلناه آنفا فی اعتدی قوله وأنت واحدة لأنه إذا نوی الطلاق صار لفظ واحدة صفة لمصدر محذوف أی طالق طلقة واحدة وصریح الطلاق یعقب الرجعة ''۔ (شامیہ، جلد:۳، صفحہ:۳۰۲)

جب مذکورہ کلمات کی طرح زیر بحث جملہ طلاق صریح کو متضمن ہے اور خود علامہ خسروؒ نے بھی یہی تعلیل بیان کرتے ہوئے صریح الفاظ نکالے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ ان میں طلاق رجعی نہ مانی جائے اور طلاق بائن کا قول کیا جائے۔

حضرت امام سرخسیؒ نے بھی گویا زیر بحث الفاظ کو طلاق صریح کو متضمن قرار دیا ہے؛ کیونکہ انہوں نے بھی ''''لست لی بامرأة'' بصورت نیت اس کی حقیقت طلاق صریح ذکر کی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

''ابو حنیفةؒ یقول قوله لست لی بامرأة کلام محتمل ای لست لی بامرأة لانی فارقتك''(مبسوط: جلد۶، صفحہ:۸۲)

نیز امام سرخسیؒ نے زیر بحث کلمات کو صراحتاً طلاق بائنہ قرار نہیں دیا، چنانچہ امام سرخسی کی کلام ہمارے سامنے ہے۔اس میں صراحتاً بائنہ ہونا مذکور نہیں۔

سائل نے بظاہر امام سرخسیؒ کی ایک عبارت سے بائنہ ہونے کو کشید کیا ہے۔وہ عبارت درج ذیل ہے۔

''ونية الطلاق تعمل فيه لانه محتملاته كما فى قوله خلية برية''

شاید سائل نے مذکورہ تشبیہ سے بینونت کو اخذ کیا ہے۔جیسے''خلية برية'' سے طلاق بائنہ ہوتی ہے اسی طرح زیر بحث الفاظ میں بھی بائنہ ہوگی۔

حالانکہ بندہ کی ناقص رائے میں مذکور تشبیہ صرف نیت کے مؤثر ہونے میں ہے۔جیسے خلیۃ بریۃ میں عندالنیۃ طلاق واقع ہوجاتی ہے اسی طرح زیر بحث الفاظ میں بھی عندالنیۃ طلاق واقع ہوجائے گی۔لیکن وہ طلاق بائنہ ہوگی یا رجعی ہوگی؟ اس کا فیصلہ اس تشبیہ والی کلام میں نہیں کیا۔'''' لانی فارقتك''والی تعلیل سے رجعی کی طرف اشارہ ہے؛ کیونکہ دوسرے حضرات نے''لانی طلقتك '' سے تعلیل بیان کی ہے،لہٰذا''فارقتك''کو''طلقتك''کے معنٰی میں لیا جائے گا۔

اگر تشبیہ ہی معنٰی ہوتا تو پھر علامہ شامیؒ اسے رجعی ہرگز نہ قرار دیتے،مبسوط سرخسی علامہ شامیؒ کے سامنے موجود تھی۔

فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ کی کلام میں بھی زیر بحث الفاظ کے بارے میں صراحۃً طلاق بائنہ ہونا مذکور نہیں؛ کیونکہ شروع کی عبارت یہ ہے:

''اما الكنايات فهى اثنان واربعون لفظاً ثلاثة منها يقع رجعياً''

اورتمام الفاظ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''وفى سائر الكنايات فيما يحتمل السب والتشبيه ان لم يكن له نية لايقع الطلاق ...... الالفاظ كلها الا ان يكون فى حالة الغضب او فى حالة مذاكرة الطلاق ـ الخ''

''ثلاثة منها يقع رجعيا'' یہ الفاظ بھی حصر پر دال نہیں تاکہ دیگر الفاظ میں بینونت کو ثابت کیا جائے۔گویا باقی ماندہ الفاظ مسکوت عنہا کے درجہ میں ہیں۔ان کے بارے میں بینونت یا رجعت کا فیصلہ دلائل کی روشنی میں ہوگا۔جبکہ دلائل کا تقاضا زیر بحث الفاظ میں طلاق رجعی واقع ہونے کا ہے۔کما مر

الحاصل: فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ کی کلام زیر بحث الفاظ سے طلاق بائنہ واقع ہونے میں نص نہیں۔

علامہ جرجانی ؒ کا فرمان:

علامہ جرجانی ؒ نے ہارونی ؒ کے حوالے سے زیر بحث الفاظ میں طلاق بائنہ ہونے کی واقعتاً تصریح کی ہے۔

"وذکر فی الھارونی ما انت لی بامرأة او ما انا لك بزوج او ما انت امرأتی او قد صرت غیر امرأتی ونوی طلاقاً فھو طلاق بائن وان نوی ثلاثا فھو ثلاث ھذا کله قول ابی حنیفة"۔(خزانة الاکمل جلد:۱،صفحه:۶۵۹)

"خزانۃ الاکمل" نامی کتاب تادم تحریر مہیا نہیں ہوسکی۔ اور نہ ہی سائل نے اس کی مفصل عبارت نقل کی ہے۔ تا کہ اسے دیکھ لیا جاتا۔

باقی جو عبارت ذکر کی ہے اور طلاق بائنہ کا قول کیا ہے وہ بظاہر اسی ضابطہ پر متفرع معلوم ہوتا ہے کہ عام کنایات سے طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے چنانچہ بعض اردو فتاویٰ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، فتاویٰ محمودیہ، فتاویٰ مفتی محمود، آپ کے مسائل اور ان کا حل وغیرہ) میں بھی زیر بحث الفاظ سے طلاق بائنہ کا فتویٰ دیا گیا ہے۔ لیکن اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کی گئی۔ حاشیہ میں بھی "لست لی بامرأة" کا جزئیہ مذکور ہے۔

جبکہ امداد الاحکام جلد:۲،صفحہ: ۶۰۹، عزیز الفتاویٰ، صفحہ:۴۸۶) اور امداد الفتاویٰ (جلد:۲،صفحہ:۴۳۹) کے حاشیہ میں شامیہ کے حوالے سے طلاق رجعی کا واقع ہونا مذکور ہے۔

الحاصل: " لست لی بامرأة" وغیرہ الفاظ میں بدوں نیت طلاق واقع نہ ہوگی، نیز وقوع کیلئے دلالت حال کافی نہیں، چنانچہ "البحر الرائق میں ہے:" ان دلالة الحال ھھنا لاتکفی۔

(البحر الرائق، جلد:۳،صفحہ:۵۳۱)

نیز زیر بحث الفاظ چونکہ طلاق صریح کو متضمن ہیں اس لیے "انت واحدة" وغیرہ کی طرح ان سے بھی طلاق رجعی کا وقوع ہوگا۔ چنانچہ "النہر الفائق" میں ہے:"وتطلق رجعیاً بلست لی بامرأة"۔ اور امام صاحب کے نزدیک عند النیت وقوع کی علت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وله ان اللفظ یحتمل لانی اطلقك"

نیز علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ: "اعتدی، استبرئی رحمك، انت واحدة" سے طلاق رجعی واقع ہونے کی علت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ان علة وقوع الرجعی بها وجود الطلاق مقتضیً او مضمراً۔'' (جلد:۲، صفحہ:۴۶۶)

''یقع بباقیها البائن'' کے عموم سے زیر بحث ''لست لی بامرأة'' بائنہ ہونے پر استدلال درست نہیں؛ کیونکہ صاحب درمختار فرماتے ہیں: ''ویقع بباقیها البائن'' (درمختار)

پہلے ذکر کردہ الفاظ میں سے جو باقی ہیں ان سے طلاق بائن ہوگی، تمام کنائی الفاظ سے طلاق بائن واقع ہونا بتلانا مقصود نہیں، کیونکہ ان تین کے علاوہ متعدد کنایات ایسے جن سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے: ''انا بریٔ من طلاقك خلیت سبیل طلاقك'' وغیرہ۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

ویقع بباقیها أی باقی ألفاظ الکنایات المذکورة فلا یرد وقوع الرجعی ببعض الکنایات أیضا نحو: أنا بریٔ من طلاقك۔ (درمختار)

قوله: "انا بریٔ من طلاقك" ای یقع به الرجعی۔ (شامیہ، جلد:۲، صفحہ ۴۶۶)

....فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس، ملتان

۱۴۴۲/۷/۱۷ھ

عذاب وثواب اسی ''جسد عنصری'' کو ہوتا ہے

(پہلی قسط)

مولانا محمد رحیم صاحب الحنفی، سواتی، مدظلہ

''قبر'' کا معنی ''لغات'' میں:

(۱) صراح میں ہے گور ودر گور کردن، مقبرہ: بالفتح والضم گورستان یعنی قبر کا معنی ہے گڑھا اور گڑھے میں دفن کرنا۔

(۲) مُفردات میں ہے: القبر مقرا لمیت ومصدر قبرتہٗ ای جعلتہٗ فی القبر واقبرتہٗ: جعلتُ لہ مکاناً یقبر فیہ. ترجمہ: ''قبر'' میت کے رکھنے کی جگہ، اور قبرتہٗ کا مصدر ہے، یعنی میں نے اُس کو قبر میں رکھا اور اقبرتہٗ کا معنی میں نے اس کیلئے مکان بنایا جس میں اس کو دفن کیا جائے۔

(۳) قبر کو عبرانی زبان میں قابر کہتے ہیں مطلب مردے کو مٹی میں دبانا (قاموس الکتاب ۴۰۸)

(۴) حسن اللغات میں ہے قبر، گور، تربت، مرقد، قبر کن قبر کھودنے والا ۶۵۳ص اور دفن کردن، یعنی مردے کو زمین میں دفن کرنا (حُسن اللغات ص ۳۹۵)۔

(۵) قاموس المحیط میں ہے۔''القبر'' مدفن الانسان، والمقبرۃ موضعھا اقبرہ ای جعل لہ قبراً والقبور من الارض (ص ۴۱۳)۔

(۶) القبر انسان کے دفن کرنے کی جگہ (مصباح اللغات ص ۶۵۴)۔

(۷) المنجد میں ہے: القبر آدمی کے دفن کا مقام (ج) قبور، اقبرہٗ کسی کو دفن کرنے کیلئے قبر بنانا۔ (ص ۷۴۹)۔

(۸) غیاث اللغات میں ہے: دفن بفتح الاول و سکون الفاء ، درزمین پنہا کردن (ص ۲۱۲)۔

(۹) قبر: تربت، گور، مدفن: وہ گڑھا جس میں مردے کو دفن کرتے ہیں (فیروز اللغات ص ۹۴۷)

قبر کی تحقیق بائبل یعنی تورات اور انجیل وغیرہ میں:

تورات میں قبر کا تذکرہ اور مفہوم:

(۱) پیدائش باب ۲۳ آیت نمبر ۶ میں ہے: ہماری قبروں میں جو سب سے اچھی ہو اس میں

تو اپنے مردہ کو دفن کر ہم میں ایسا کوئی نہیں جو تجھ سے اپنی قبر کا انکار کرے تا کہ تو اپنا مردہ دفن نہ کر سکے۔

(۲) پیدائش باب نمبر ۳۵ آیت نمبر ۲ میں ہے: اور یعقوب نے اس کی قبر پر ایک ستون کھڑا کر دیا، راخل کی قبر کا یہ ستون آج تک موجود ہے۔

(۳) پیدائش باب نمبر ۳۷ آیت نمبر ۳۵ میں ہے: وہ یہی کہتا رہا کہ میں تو ماتم کرتا ہوا قبر میں اپنے بیٹے سے جا ملوں گا۔

(۴) پیدائش باب ۴۴ آیت ۲۹ میں ہے: اور اس پر کوئی آفت آ پڑے تو تم میرے سفید بالوں کو غم کے ساتھ قبر میں اتارو گے۔

(۵) گنتی باب نمبر ۱۹ آیت نمبر ۱۶ میں ہے: اور جو کوئی میدان میں تلوار کے مقتول کو یا مردہ کو یا آدمی کی ہڈی کو یا کسی قبر کو چھوئے وہ سات دن تک ناپاک رہے گا۔

(۶) استثناء باب نمبر ۳۴ آیت نمبر ۶ میں ہے: اور اس نے موآب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل دفن کیا پر آج تک کسی آدمی کو اس کی قبر معلوم نہیں۔

(۷) قضاۃ باب نمبر ۸ آیت نمبر ۳۲ میں ہے: اور یوآس کے بیٹے جدعون نے خوب عمر رسیدہ ہو کر وفات پائی اور ابیعزریوں کے عفرہ میں اپنے باپ یوآس کی قبر میں دفن ہوا۔

(۸) سموئیل اول باب نمبر ۲ آیت نمبر ۶ میں ہے: خداوند مارتا ہے اور جلاتا ہے وہی قبر میں اتارتا ہے اور اس سے نکالتا ہے۔

(۹) سموئیل دوم باب (۳) آیت نمبر ۳۲ میں ہے: اور انہوں نے ابنیر کو حبرون میں دفن کیا اور بادشاہ ابنیر کی قبر پر چلا چلا کر رویا اور سب لوگ بھی روئے اور بادشاہ نے ابنیر پر مرثیہ کہا۔

(۱۰) متی باب نمبر ۲۷ آیت نمبر ۶۰ میں ہے: اور اپنی نئی قبر میں جو اس نے چٹان میں کھدوائی۔

(۱۱) مرقس باب نمبر ۱۶ آیت نمبر ۲ میں ہے: وہ ہفتہ کے پہلے دن بہت سویرے جب سورج نکلا ہی تھا قبر پر آئیں۔

(۱۲) لوقا باب نمبر ۲۳ آیت نمبر ۵۳ میں ہے: اور اس کو اتار کر مہین چادر میں لپیٹا پھر ایک قبر کے اندر رکھ دیا جو چٹان میں کھدی ہوئی تھی۔

(۱۳) یوحنا باب نمبر ۱۱ آیت نمبر ۱۷ میں ہے: پس یسوع کو آ کر معلوم ہوا کہ اسے قبر میں رکھے چار دن ہوئے۔

(۱۴) اعمال باب نمبر ۲ آیت نمبر ۲۹ میں ہے: اے بھائیو! میں قوم کے بزرگ داؤد کے حق

میں تم سے دلیری کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ (مرا) اور دفن بھی ہوا اور اس کی قبر آج تک ہم میں موجود ہے۔

کتب بائبل یعنی تورات اور انجیل وغیرہ کی مذکورہ عبارات سے بالکل واضح ہوا کہ قبر کا مفہوم ادیان سابقہ میں بھی یہی زمینی گڑھا تھا کسی نے بھی علیین یا سجین کو قبر نہیں کہا لہٰذا قبر کو سجین یا علیین کے ساتھ خاص کرنا نادانی ہے۔

جملہ اہل السنۃ والجماعۃ اس عقیدہ پر متفق ہیں کہ قبر اور برزخ میں اہل ایمان اور اصحاب طاعات کو لذت وسرور نصیب ہوتا ہے اور کفار ومنافقین اور گناہ گاروں کو عذاب وتکلیف حاصل ہوتی ہے اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

قرآن وسنت اور اجماع امت کے صریح دلائل کے پیش نظر یہ عقیدہ اتنا مضبوط ہے کہ حضرات فقہاء کرام کا ذمہ دار گروہ عذاب قبر کے منکر کو کافر کہتا ہے۔ حالانکہ وہ تکفیر کے مسئلہ میں بڑا ہی محتاط ہے۔ اور انکا یہ فیصلہ ہے کہ اگر کسی ایک کلمہ میں ۱۰۰ معانی کا احتمال ہو جن میں سے ننانوے پہلو کفر کے اور صرف ایک اسلام کا ہو تو قائل کی تکفیر نہیں کی جائیگی۔

اہل سنت والجماعۃ احناف علماء دیوبند کثر اللہ سوادھم کے نزدیک ''قبر شرعی حقیقی'' کا مصداق زمین کا وہ حصہ ہے جس میں مردہ انسان کو باقاعدہ دفن کیا جاتا ہے اور اسی میں حساب اور قبر کی کارروائی ہوتی ہے اور قبر کا یہی مفہوم قرآن مجید کی کئی آیات کریمہ اور نبی کریم ﷺ کی سینکڑوں احادیث مبارکہ سے ثابت ہے البتہ بعض بزرگان دین نے قبر کی حقیقت میں وسعت پیدا کرتے ہوئے اس کو ''عالم برزخ'' سے تعبیر فرمایا ہے۔

لیکن یہ اس زمینی قبر کے منافی نہیں کیونکہ برزخ ظرف زمان ہے، جیسے قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون اور ان کے پیچھے ایک آڑ ہے اٹھائے جانے کے دن تک (سورۃ المومنون آیت ۱۰۰)۔

معلوم ہوا کہ موت کے بعد سے، لے کر بعثت تک کا زمانہ برزخ کہلاتا ہے لہٰذا یہ زمینی گڑھا بھی اس عالم برزخ کا حصہ ہے اس کے منافی نہیں۔

کیونکہ یہ زمینی قبر ظرف مکان ہے اب زمان سے مکان کی نفی نہیں ہوتی، کیونکہ زمان اور مکان دونوں جمع ہو سکتے ہیں۔ مثلاً زید ظہر کے وقت مسجد میں بیٹھا ہوا ہے اب مسجد میں بیٹھنے سے وقت ظہر کی نفی نہیں ہوتی۔ اسی طرح جیسے دنیا اور دنیا کا مکان، ان میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔ جو مکان میں ہو وہ دنیا میں ہوگا جو دنیا میں ہو اس کیلئے مکان کا ہونا ضروری نہیں ہے ایسے ہی جو آدمی اس

زمینی گڑھے میں ہے تو وہ برزخ میں بھی ہے لہٰذا عالم برزخ کی آڑ میں اس زمینی قبر میں عذاب وثواب کا انکار کرنا جائز نہیں ہے۔

علامی سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الحاوی للفتاوی میں تحریر فرمایا ہے کہ **البرزخ علی ثلثة اقسام مکان و زمان وحال فالمکان من القبر الی علیین ومن القبر الی السجین، اما الزمان فھو .... بقاء الحق فیہ من اولی من مات اویموت من الجن والانس الی یوم یبعثون ، واما الحال فاما منعمة او معذبة** (ص۲۲۴ ج ۲)، کہ برزخ تین قسم پر ہے۔ مکان، زمان اور حال، مکان قبر سے علیین تک اور قبر سے سجین تک ہے۔ بہرحال زمان یہ وہ مدت ہے جتنی مدت مخلوق (جنوں اورانسانوں) میں سے جو مر چکے یا مریں گے قیامت تک اس میں رہیں گے اور حال یہ ہے کہ دکھ میں ہونگے یا سکھ میں۔

یہ ہے برزخ کی حقیقت لیکن آج کل کچھ بد باطن لوگوں نے برزخ کو صرف علیین اور سجین میں خاص کر دیا ہے اور اس زمینی قبر کو اُس کے منافی سمجھتے ہیں۔ جو کہ تمام اہلسنت والجماعۃ کے نظریے کے خلاف ہے اس قبر سے زمینی قبر ہی مراد ہے اس پر قرآن پاک سے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی آیت (۱) **قتل الانسان مااکفرہ من ایّ شیٔ خلقہٗ من نطفة خلقه فقدرہ ثم السبیل یسرہ، ثم اماته فاقبرہ، ثم اذا شآء انشرہ.** (سورۃ عبس آیت ۱۷ تا ۲۲)

ترجمہ:۔

انسان مارا جائے کہ کتنا وہ ناشکرا ہے، کس چیز سے اللہ نے اس کو پیدا کیا نطفہ سے اس کو پیدا کیا پھر متعین انداز کے ساتھ اس کو بنایا پھر راستہ آسان کیا پھر اس کو موت دی اور اس کو قبر میں رکھوایا۔

استدلال: اللہ تعالیٰ نے اس آیۃ کریمہ میں وضاحت فرمادی کہ مارا جائے انسان، اب اس انسان سے وہی انسان مراد ہے جس نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، اور اسی کو اللہ تعالیٰ نے نطفہ سے پیدا کیا پھر اس کو اللہ تعالیٰ نے اندازے پر رکھا اور اسی کی راہ آسان کر دی پھر اسی جسم کو موت دیں گے اور اسی جسم کو قبر میں رکھوائیں گے، اَب جس قبر میں رکھوائیں گے وہ یہی زمین کا گڑھا ہے نہ کہ علیین اور سجین۔

دلیل (۲) **ولا تصل علی احد منھم مات ابداً ولا تقم علی قبرہ** (توبہ آیت ۸۴)

اور ان میں سے کسی ایک کی جو مر جائے نہ کبھی جنازہ پڑھیئے اور نہ اس کی قبر پر کھڑے رہئے۔

استدلال: آپ ﷺ کو اس آیت مبارکہ میں منافقین کے سردار کی نماز جنازہ پڑھانے

سے اور اس کی قبر پر کھڑے ہونے سے منع کیا گیا ہے اور آپ ﷺ اس جسم عنصری کی نماز جنازہ پڑھانا چاہتے تھے نہ جسم مثالی کی اور اسی طرح اسی زمینی گڑھے کو پر کھڑا ہونا چاہتے تھے۔ نہ کہ ساتوں زمینوں کے نیچے سجین پر۔

معلوم ہوا کہ قبر یہی زمینی گڑھا ہی ہے اور اسی زمینی قبر میں ثواب وعذاب ہوگا جس کو یہ مل جائے اور اگر نہ ملے تو جہاں اس کے اجزاء ہونگے وہیں اس کو عذاب وثواب ہوگا۔ حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نے اس آیت کریمہ منها خلقنكم وفيها نعيدكم الخ کے تحت تفصیل فرمادی ہے۔ جو آپ عنقریب ملاحظہ فرمائیں گے۔

دلیل (۳) وان الساعة لاٰتية لاريب فيها وان الله يبعث من فى القبور. (سورۃ حج آیت ۷)

ترجمہ: اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور یہ کہ اللہ زندہ کرے گا ان کو جو قبروں میں ہیں۔

استدلال: قیامت والے دن انہی زمینی قبروں سے مردوں کو اٹھایا جائیگا۔ نہ علیین او سجین سے اور اسی زمینی قبر میں عذاب وثواب ہوگا۔

دلیل (۴) واذا القبور بعثرت، علمت نفس ماقدمت واخرت۔ (انفطار ۴،۵)

ترجمہ:۔

اور جب قبریں اکھیڑ دی جائیں تو ہر شخص جان لے گا جو اس نے آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا۔

استدلال: قیامت والے دن انہی قبروں کو اکھیڑا جائے گا اور انہی میں پڑے ہوئے جسد کو عذاب وثواب ہوگا۔

دلیل (۵) ان الانسان لربه لكنود ، وانه على ذلك لشهيد، وانه لحب الخير لشديد ، افلا يعلم اذا بعثر مافى القبور، وحصل مافى الصدور، (سورۃ العادیات)

بے شک انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے اور وہ خود اس پر مطلع ہے اور وہ مال کی محبت میں البتہ بڑا سخت ہے کیا وہ نہیں جانتا کہ جب اٹھایا جائیگا جو قبروں میں ہے اور ظاہر کردیا جائے گا جو سینوں میں ہے۔

استدلال: اس آیۃ کریمہ میں اس انسان کے بارے میں فرمایا جارہا ہے جو اس دنیا میں نافرمانی کرتا ہے اور یہ انسان جہاں دفن کیا جاتا ہے وہ یہی زمینی قبر ہے اور اسی سے قیامت کے دن اٹھایا جائیگا نہ کہ علیین وسجین سے۔

دلیل (۶) کما یئس الکفار من اصحاب القبور. (سورۃ الممتحنہ)
ترجمہ: یہ کفار اسی جسم عنصری کے ساتھ قبروں سے اٹھنے سے ناامید تھے ان کو علیین وسجین کا علم نہ تھا۔

دلیل (۷) الھاکم التکاثر حتی زرتم المقابر (سورۃ الکوثر)
ایک دوسرے پر بازی لے جانے نے تمہیں غافل کر رکھا ہے یہاں تک کہ تم قبروں کو دیکھنے لگے۔ کافر جن قبروں کو دیکھنے جاتے تھے وہ زمینی گڑھے تھے نہ کہ علیین وسجین۔

دلیل (۸) منھا خلقنکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃ اخریٰ (سورۃ طٰہٰ)
ترجمہ: اس مٹی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں لوٹا دیں گے اور اسی سے ہم تمہیں دوبارہ زندہ کریں گے۔

استدلال: قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے انسان کو اسی مٹی سے پیدا کیا الخ
ان تمام آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ قبر اسی زمینی گڑھے کا نام ہے، جس میں انسان دفنایا جاتا ہے اور اسی زمینی قبر میں عذاب وثواب ہوتا ہے۔ منکرین حضرات بعض اکابرین مثلاً حضرت تھانوی، شیخ الحدیث حضرت کاندھلوی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہم اللہ وغیرہ حضرات کی بعض مجمل عبارات کو لے کر کہتے ہیں کہ دیکھو یہ حضرات بھی زمینی قبر کے منکر ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر جھوٹ، بہتان وافتراء ہے کیونکہ یہ حضرات اصل زمینی قبر کو بھی مانتے ہیں جیسے حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے بہشتی زیور میں قبر کے تمام احکام اور مسائل ذکر کیے ہیں اگر وہ اس قبر کو قبر نہ مانتے تو پھر اس کے احکام ذکر کرنے کا کیا مطلب؟

اصل میں ان حضرات نے قبر کی حقیقت میں وسعت پیدا کی ہے یہ ملحدین کے اس اعتراض سے بچنے کیلئے کی ہے وہ سمجھتے تھے اگر کسی انسان کو یہ زمینی قبر نہ ملے بلکہ پانی میں غرق ہو جائے یا آگ میں جل کر راکھ ہو جائے یا درندہ کھا جائے تو ان کو عذاب وثواب کہاں ہوگا؟

اس کے جواب میں ان حضرات نے فرمایا کہ قبر صرف اسی گڑھے کا نام نہیں بلکہ جہاں اس میت کے ذرات پڑے ہوں وہیں اس کی قبر ہے۔ اور وہیں اس کو عذاب وثواب ہوتا ہے۔ اور روح کا اس جسد عنصری کے ساتھ تعلق رہتا ہے یا اس کے اجزاء کے ساتھ تعلق رہتا ہے، چنانچہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ سورۃ طٰہٰ کی آیت ۵۵ منھا خلقنکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃ اخریٰ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ہم نے تم کو اسی زمین سے ابتداءً پیدا کیا۔ چنانچہ آدم مٹی سے

بنائے گئے سوان کے واسطے سے سب کا مادہ بعید خاک ہوئی اور اسی میں ہم تم کو بعد موت پہنچائیں گے، چنانچہ کوئی کسی حالت میں ہو لیکن آخر کو مدتوں کے بعد سہی مگر مٹی میں ضرور ملے گا اور قیامت کے روز پھر دوبارہ اسی سے ہم تم کو نکالیں گے۔

اسی طرح حضرت تھانوی رحمہ اللہ امداد الفتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ (میت) کے حرق (جلنے) سے انعدام نہیں ہوتا، استحالہ ہوتا ہے، پس اجزاء باقی ہیں اور وہ اجزاء جہاں ہیں وہیں ان کی قبر ہے حقیقت قبر کی محل وجود میت ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۴۶۷ ج ۴)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ اسی کو قبر مانتے ہیں جہاں میت یا اس کے اجزاء ہوں اور وہ یہی زمین ہی ہے۔

(جاری ہے)

حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

ازسید محمد اکبر شاہ بخاری جام پور (مدیر مدرسہ اشرفیہ احتشام العلوم جامع مسجد عثمانیہ)

حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ کے پڑ پوتے، حضرت مولانا حافظ محمد احمد قاسمی رحمہ اللہ کے پوتے اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی رحمہ اللہ صدر المدرسین و ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند (وقف) انڈیا، ۲۴ صفر المظفر ۱۴۳۹ھ بمطابق ۱۴ نومبر ۲۰۱۷ء دارالافناء سے دار البقاء کی طرف رحلت فرماگئے تھے، انا للہ وانا الیہ راجعون

علمی و دینی حلقوں کیلئے عظیم سانحہ ہے آپ اپنے اوصاف وکمالات میں اپنے اکابر واسلاف کا نمونہ تھے، حق تعالیٰ شانہٗ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں، آمین۔ حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی نور اللہ مرقدہٗ اپنے دادا جان حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے علوم و معارف کے شارح اور ترجمان تھے اسی طرح متکلم اسلام خطیب اسلام حضرت مولانا قاری محمد سالم قاسمی مدظلہم مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند اوران کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی رحمہ اللہ اپنے والد مکرم حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے اوصاف وکمالات اور علوم و معارف کے شارح و ترجمان اور صحیح جانشین تھے، حضرت حکیم الاسلام رحمہ اللہ کے یہ دونوں صاحبزادے یعنی حضرت مولانا محمد سالم قاسمی مدظلہٗ اور حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی رحمہ اللہ علوم دینیہ تبلیغ دین، وعظ و خطابت، تدریس و تصنیف اور اصلاح و ارشاد میں مصروف رہے ہیں اور اپنے والد مکرم کی علمی جانشینی کا حق ادا فرماتے رہے ہیں، اخلاق و عادات میں بھی اپنے بزرگوں کی روایات کے مطابق اُن ہی کا نمونہ رہے ہیں۔ حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی رحمہ اللہ جون ۱۹۳۸ء میں دیوبند میں پیدا ہوئے تھے اور اپنے اکابر ومشائخ کی آغوش میں تعلیم و تربیت پاتے رہے تھے، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ، علامہ محمد ابراہیم بلیاوی رحمہ اللہ، مولانا اعزاز علی امروہی رحمہ اللہ اور اپنے والد ماجد حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ سے تمام علوم وفنون کی کتب پڑھیں اور ان سب اکابر اساتذہ کے محبوب و منظورِ نظر رہے تھے، آپ نے دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث کی تکمیل ۱۹۵۹ء میں کی اور پھر دارالعلوم دیوبند ہی میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری فرمایا اور پھر اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں اور تقریباً بیس بائیس سال تک اعلیٰ کتب پڑھاتے رہے بعد ازاں ۱۹۸۲ء میں دارالعلوم وقف دیوبند میں منتقل ہوگئے اور پھر اعلیٰ تدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ تبلیغ و اصلاح اور تصنیف و تالیف اور دارالعلوم کی دیگر خدمات میں معروف ہوگئے، حضرت مولانا سید انظر شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی رحلت کے بعد آپ ہی دارالعلوم دیوبند (وقف) کے صد

رالمدرسین منتخب ہوئے اور دارالعلوم کے ناظمِ تعلیمات بھی آپ ہی رہے، آپ نے ایک دینی ادارہ مکتبہ قاسمی کے ذریعے بھی بڑی علمی خدمات سرانجام دیں، اپنے جدِ امجد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ اور حضرت حکیم الاسلام ؒ کی بہت سی عظیم تصنیفات وتالیفات اپنے دینی وعلمی ادارہ سے بڑی آب وتاب سے شائع فرمائیں۔

تفاسیر واحادیث اور فقہ وادب کی عظیم الشان تصانیف آپ کے قلم سے منظرِ عام پر آئیں جو علمی شاہکار ہیں، حضرت حکیم الاسلام ؒ کی طرح تبلیغی واصلاحی خدمات بھی سرانجام دیں اور ہندوستان وبیرون ممالک میں بھی اپنی خطابت کے ذریعے سینکڑوں اجتماعات میں تبلیغ دین اور مسلک حق کی خدمت کا حق ادا کیا اور دونوں بھائیوں حضرت مولانا محمد سالم قاسمی اور حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی نے اپنے والد مکرم کے مقدس مشن کو زندہ وتابندہ رکھا اور دینی وعلمی خدمات میں مصروف رہے، قیام پاکستان کے بعد بھی حضرت حکیم الاسلام ؒ کئی بار پاکستان تشریف لائے اور دارالعلوم کراچی، جامعہ اشرفیہ لاہور، جامعہ خیر المدارس ملتان اور دیگر بڑے مدارس کا دورہ فرماتے رہے اور اپنے مواعظِ حسنہ سے پاکستانی عوام وخواص کو بھی مستفیض فرماتے رہے ان مدارس میں حضرت حکیم الاسلام ؒ کے عظیم الشان علمی بیانات اپنی مثال آپ رہے، آپ کے بیانات کا مجموعہ، خطبات حکیم الاسلام، کے نام سے سات جلدوں میں اور بارہ جلدوں میں پاکستان کے متعدد دینی اشاعتی اداروں سے شائع ہوچکے ہیں، ہندوستان وپاکستان اور دیگر ممالکِ اسلامیہ سے حضرت حکیم الاسلام ؒ اور اُن کے صاحبزادگان حضرت مولانا محمد سالم قاسمی اور حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی کی متعدد تصانیف مختلف اداروں سے طبع ہوچکی ہیں، حضرت حکیم الاسلام ؒ کی رحلت ۱۹۸۳ء میں ہوئی، احقر نے حضرت حکیم الاسلام ؒ کے کئی بیانات جامعہ اشرفیہ لاہور اور جامعہ خیر المدارس ملتان میں سنے ہوئے تھے اور الحمدللہ حضرت ؒ کی زیارت وملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا تھا اور حضرت ؒ سے اپنے مشفق بزرگ واستاذِ گرامی حضرت مولانا محمد شریف جالندھری ؒ اور ان کے خلفاء سے دلی عقیدت ومحبت بچپن ہی سے چلی آرہی تھی پھر زمانہ تعلیم میں اور بعد میں الحمدللہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے کئی عظیم خلفاء کی زیارت بھی نصیب ہوئی، حضرت حکیم الامت ؒ کے کئی عظیم خلفاء کی دعائیں بھی احقر کیلئے بڑا سرمایہ اور پھر ان کے خلفاء سے تعلقات بھی احقر کیلئے بڑی سعادت وشرف کا مقام ہے، احقر نے حکیم الاسلام قاری محمد طیب ؒ کے حالات وخدمات پر سوانح بنام ذکر طیب مرتب کی جو ۳۲۰ صفحات پر مشتمل تھی اور ادارہ اسلامیات لاہور وکراچی سے ۱۹۸۴ء میں طبع ہوکر منظرِ عام پر آئی تھی، اسی دوران مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے اجتماع جامعہ اشرفیہ لاہور میں حضرت مولانا محمد سالم قاسمی مدظلہ تشریف لائے، احقر نے پچاس کتب ''ذکر طیب' ان کی خدمت میں پیش کیں، انہوں نے جس مسرت وخوشی کا اظہار فرمایا وہ احقر کیلئے سرمایہ حیات ہے اسی طرح سے حضرت علامہ مولانا محمد اسلم قاسمی ؒ سے بھی رابطہ رہا، اور انہوں نے احقر کی تصانیف کو دیکھ کر داد وتحسین کے کلمات فرمائے اور حکیم الاسلام سیمینار کے موقع پر خصوصی دعوت احقر ناچیز کو دیوبند سے ارسال فرمایا الغرض دونوں حضرت مولانا سالم قاسمی صاحب اور مولانا اسلم قاسمی ؒ احقر کے مشفق اور بزرگ تھے۔

مسافرانِ آخرت

ابوعمار فیاض احمد عثمانی (ناظم ماہنامہ الخیر)

☆...... جامعہ کے فاضل اور جامعہ کی شاخ جامع مسجد مدینہ، سمن آباد کالونی ملتان کے مسؤل مولانا محمد رمضان صاحب اور مولانا منیر احمد صاحب (بھکر) کے والد ماجد بزرگوار محترم خدا بخش صاحب ۸۵ برس کی عمر میں ۲۴ فروری ۲۰۲۱ء بروز بدھ نشتر ہسپتال ملتان میں انتقال کر گئے ہیں، مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند نیک سیرت انسان تھے، نمازِ جنازہ بروز جمعرات ۱۱ بجے دن تبلیغی مرکز کوٹ ادو (ضلع مظفر گڑھ) میں ادا کی گئی، جس میں جامعہ خیرالمدارس کے اساتذہ کرام میں سے ناظم تعلیمات، استاذ الحدیث مولانا شمشاد احمد صاحب، مولانا اللہ بخش ظفر صاحب، مولانا مختار احمد صاحب نے شرکت کی۔

☆...... فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ کے بڑے بیٹے، جامعہ کے رئیس دار الافتاء حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب، مفتی مقصود احمد صاحب اور ماسٹر حبیب اللہ صاحب کے بڑے بھائی محترم محمد یٰسین صاحب (سمندری، فیصل آباد) ۲۵ فروری ۲۰۲۱ء بروز جمعرات انتقال کر گئے ہیں۔

☆...... تبلیغی مرکز شہداد پور (سانگھڑ) کی شوریٰ کے رکن بھائی عبدالجبار پٹھان بھی ۲۸ فروری کو انتقال کر گئے ہیں۔

☆...... جامعہ فاروقیہ ڈیرہ غازیخان کے مہتمم وشیخ الحدیث مولانا غلام رسول صاحب یکم مارچ ۲۰۲۱ء بروز پیر انتقال کر گئے ہیں۔

☆...... جامعہ فاروقیہ شجاع آباد (ملتان) کے مہتمم وشیخ الحدیث مولانا زبیر احمد صدیقی اور برادرم مفتی محمد طیب کے چچا مولانا حاجی سعید احمد ۲ مارچ ۲۰۲۱ء بروز منگل انتقال کر گئے ہیں۔

☆...... ممتاز عالم دین مولانا سید مطیع الرحمٰن عباسی (ٹوبہ ٹیک سنگھ) بھی گزشتہ ماہ انتقال کر گئے ہیں۔

☆...... جامعہ کے شعبہ تخصص فی الدعوۃ والارشاد کے رئیس، مناظر اسلام حضرت مولانا

مفتی محمد انور اوکاڑوی مدظلہم کے بھائی ماسٹر محمد اسلم صاحب (رحیم یار خان) کی اہلیہ محترمہ انتقال کرگئی ہیں۔ مرحومہ صوم صلوٰۃ کی پابند نیک خاتون تھیں۔

☆...... جامعہ کے پڑوسی بھائی محمد یٰسین صاحب (ہوٹل والے) کی اہلیہ محترمہ بھی گزشتہ ماہ انتقال کرگئی ہیں، نمازِ جنازہ بعد نمازِ ظہر جامعہ خیر المدارس میں ادا کی گئی۔

☆...... جمعیت علمائے اسلام چیچہ وطنی کے رہنما اور ماہنامہ الخیر کے قاری مولانا مفتی عثمان صاحب ۲۳ رجب ۱۴۴۲ھ مطابق ۸ مارچ ۲۰۲۱ء بروز پیر انتقال کر گئے ہیں۔

☆...... جامعہ کے استاذ مولانا محمد عبداللہ عمر صاحب (مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان) کے ماموں اور جامعہ کے فاضل مولانا محمد طارق نعیم بھی ۷ فروری ۲۰۲۱ء کو انتقال کر گئے ہیں۔

☆...... جامعہ سے محبت رکھنے والے محترم حاجی شیخ منیر احمد صاحب (غلہ منڈی ملتان) ۸ مارچ ۲۰۲۱ء بروز پیر علالت کے بعد انتقال کر گئے ہیں۔ مرحوم دینی مدارس کا دل کھول کر تعاون کرتے تھے اور صوم وصلوٰۃ کے پابند نیک اور خدا ترس انسان تھے۔

اللہ تعالیٰ جملہ مسافرانِ آخرت کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں، قارئین الخیر اور جملہ احباب سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

طالب علم کی کفالت

دنیا سے رخصت ہونے کے بعد انسان کا نامہ اعمال بند ہو جاتا ہے مگر علم دین سکھانے والے کے نامہ اعمال میں نیکیوں کا اندراج ہوتا رہتا ہے (حدیث)

دینی مدارس عالم، مدرّس، مفتی معلّم، داعی اور مبلّغ بناتے ہیں، اہلِ خیر حضرات مبارک ساعات، شعبان المعظم، رمضان المبارک اور شوال المکرّم میں زکوٰۃ، عشر، خیرات، صدقۃ الفطر، دیگر صدقات یا کسی بھی مد سے ماہانہ/سالانہ خرچ ادا کرکے اور ایک طالب علم کی مکمّل کفالت کرکے صدقہ جاریہ کا اجر حاصل کر سکتے ہیں۔

☆ جب ہم دنیا میں نہیں ہوں گے تو ہماری کفالت سے تیار ہونے والے عالم و مدرّس مفتی و مبلّغ اور اس کے شاگرد در شاگرد کا سلسلہ ہماری قبر کو منوّر رکھے گا (ان شاءاللہ)۔

☆ ایک طالب علم پر ماہانہ واجبی خرچ **5** ہزار روپے، سالانہ **60** ہزار روپے ہے۔

☆ مہنگائی اور فتنوں کے اس دور میں قرآن و سنت کی تعلیم و اشاعت میں اپنا حصہ ڈالیں۔

☆ جامعہ خیر المدارس **94** سال سے خدمتِ دین کا فریضہ انجام دے رہا ہے اور اس کے سالانہ اخراجات **12** کروڑ روپے سے متجاوز ہیں۔

جامعہ کا کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 0961010100019897 مسلم کمرشل بینک لمیٹڈ دہلی گیٹ ملتان

الداعی الی الخیر: مولانا قاری محمد حنیف جالندھری، مہتمم جامعہ خیر المدارس، اورنگزیب روڈ ملتان

فون نمبرز: 061-4544440-4545783 فیکس: 061-4545524

Website:www.khairulmadaris.edu.pk E-mail: info@khairulmadaris.edu.pk

زمینی پیداوار کا "عُشر" زکوٰۃ کی طرح فرض ھے

جامعہ خیر المدارس کے مستحق طلبہ تک "عُشر" پہنچا کر اشاعتِ دین کا فریضہ بھی ادا کریں۔

☆ جامعہ خیر المدارس میں مقیم تقریباً 2000 طلبہ کو دو وقت کا کھانا دیا جاتا ہے۔

☆ گندم کا سالانہ خرچ 6600 من (قیمت تقریباً ایک کروڑ 30 لاکھ روپے ہے)

گندم کی کٹائی کے موقع پر

اشاعتِ دین کا جذبہ رکھنے والے مخلص احباب جامعہ سے بھرپور تعاون فرماتے ہیں تاہم طلبہ کی کثرت کے باعث ہر سال جامعہ کو بازار سے گندم خریدنا پڑتی ہے جامعہ کے فضلاء، حفاظ، قراء، فاضلات وحافظات اگر اپنے حلقہ اثر سے کم از کم ۵ من گندم یا اسکی قیمت ارسال کرنے کا اہتمام فرمائیں تو جامعہ پر گندم کا اضافی بوجھ نہیں ہوگا۔

اس صدقہ جاریہ میں اپنا حصہ ضرور ڈالیں

جامعہ کا کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 09610101010019897 مسلم کمرشل بینک لمیٹڈ دہلی گیٹ ملتان

الداعی الی الخیر: مولانا قاری محمد حنیف جالندھری، مہتمم جامعہ خیر المدارس، اورنگزیب روڈ ملتان

فون نمبرز: 061-4544440-4545783 فیکس: 061-4545524

Website:www.khairulmadaris.edu.pk E-mail: info@khairulmadaris.edu.pk

اے اللہ
ہمارے لئے برکت نازل فرما رجب اور شعبان کے مہینہ میں اور ہمیں رمضان المبارک نصیب فرما
ست بسم اللہ جی آیاں نوں
فقیہ العصر شیخ المشائخ حضرت مولانا مفتی عبد الستار رحمہ اللہ کا اپنے علاقے میں اپنے دست اقدس سے قائم کردہ ادارہ
جامعہ عائشہ صدیقہ
نئی سمندری ضلع فیصل آباد میں
اختتام بخاری شریف
اس اجتماع خواتین میں 8 طالبات کا قرآن پاک مکمل ہوگا
اور 41 طالبات میں اسناد اور خمار فضیلت تقسیم ہوں گی
قرآن پاک کا آخری سبق اور درس حدیث شریف
جانشین فقیہ العصر
استاد العلماء والمتخصصین
حضرت مولانا مفتی محمد عبد اللہ صاحب
زید مجدہم
صدر مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
و مدیر جامعہ ہذا
بتاریخ
اہل محبت کو شرکت کی دعوت
21 شعبان المعظم 1442ھ
4 اپریل 2021
آغاز تقریب بروز اتوار صبح 9 بجے
حضرت مولانا حبیب اللہ
مولانا عبد الغفار
مفتی مقصود احمد
0302-3327106,0321-7811017

Scanned with CamScanner